ماہنامہ

انذار

Inzaar

مدیر: ابو یحییٰ

اگست ۲۰۲۰

www.inzaar.pk

August 2020

حق کا اعتراف اتنی بڑی نیکی ہے کہ اس کا بدلہ جنت کے سوا کچھ نہیں
مگر اکثر لوگ اپنے تعصبات کی بنا پر اس نیکی سے محروم رہ جاتے ہیں

Please visit our websites to read the articles and books of Abu Yahya online for free.

www.inzaar.org

www.inzaar.pk (Urdu Website)

Join us on twitter @AbuYahya_inzaar

Join us on Facebook

Abu Yahya's Official Page: facebook.com/abuyahya.inzaar

Inzaar Official Page: facebook.com/inzaartheorg

Join us on YouTube youtube.com/inzaar-global

WhatsApp Broadcast list: Please contact +92-334-1211120 from WhatsApp (Daily Msg Service-Broadcast Lists – No Groups)

To get books and Inzaar's monthly magazines at home anywhere in Pakistan, contact 0332-3051201 or 0345-8206011

To participate in online courses, visit ww.inzaar.org/online-courses/

To get any other information, email to **info@inzaar.org** and info@inzaar.pk

Our material in audio form is available on USB/CD

ماہنامہ

اِنذار

اگست 2020ء ذوالحجہ/محرم 1442ھ

جلد 8 شمارہ 8

فی شمارہ ___ 40 روپے
سالانہ: کراچی (بذریعہ کوریئر) 900 روپے
بیرون کراچی (نارمل پوسٹ) 600 روپے
(زرتعاون بذریعہ منی آرڈر (vp) یا ڈرافٹ)

ابویحییٰ کے قلم سے

خزاں کی رت کا پیغام 02
انتہا پسندی اور نفرت کی سوچ 03
مکاتیب ابویحییٰ ختم نبوت اور قرآن مجید 07
سلسلہ روز و شب ابویحییٰ اسلام اور لونڈی غلام (2) 21
محمد ذکوان ندوی وقت اور صحت 27
شفقت علی موت کا مسئلہ باقی ہے 29
ابوعبید الرحمان کورونا، ماسک اور ملکی مسائل 30
شگفتہ شاہد رب کی یاددہانی 31
مضامین قرآن ابویحییٰ بہتان (72) 33
مبشر نذیر ترکی کا سفرنامہ (74) 41
پروین سلطانہ حنا غزل 44

P.O Box-7285, Karachi.
فون: 0332-3051201 , 0312-2099389
ای میل: globalinzaar@gmail.com
web: www.inzaar.pk

خزاں کی رت کا پیغام

کرونا کی وبا نے اس دفعہ بہار کے موسم کو خزاں کی رت میں بدل دیا ہے۔ شاخ زندگی سے ہر روز پتے جھڑ رہے ہیں اور شجر زندگی اجڑ رہا ہے۔ طبعی اور حادثاتی اموات کا ہاتھ کون پکڑ سکا ہے۔ وہ تو ہر حال میں اپنا کام جاری رکھتی ہیں۔ سو ہر روز جاننے والوں سے کسی واقف کار کی موت کی اطلاع ملتی ہے۔ میڈیا بھی آئے دن کسی نہ کسی معروف شخصیت کی وفات کی خبر دیتا ہے۔ طارق عزیز، مفتی محمد نعیم، علامہ طالب جوہری اور سید منور حسن جیسے لوگوں کی رحلت کا سانحہ تو ایک کے بعد ایک کر کے پیش آیا۔ اب تو انشاء کا وہ شعر اکثر یاد آنے لگا ہے۔

کمر باندھے ہوئے چلنے کو یاں سب یار بیٹھے ہیں

بہت آگے گئے باقی جو ہیں تیار بیٹھے ہیں

کرونا اب تک کروڑ کے قریب لوگوں کو بیمار اور قریباً پانچ لاکھ کو موت کا شکار کر چکا ہے۔ اس کی تباہ کاریوں کا سلسلہ نجانے کہاں جا کر رکے گا، مگر موت کی اس خزاں رت میں اور انسانی پت جھڑ کے اس موسم میں ایک خاموش پیغام ہے۔ وہ یہ کہ انسان کو دنیا میں اس لیے نہیں بھیجا گیا کہ وہ اس دنیا کو جنت بنانے کی کوشش میں زندگی گزار دے۔ اسے جلد یا بدیر اپنی جنت کو چھوڑ کر جانا ہے۔ اصل مقصد یہ ہے کہ وہ خدا سے سچی محبت اور بندوں سے حسن سلوک کر کے آنے والی دنیا میں اپنی جنت بنا لے۔ وہ جنت جس سے انسان کبھی نکلنا چاہے گا اور نہ کوئی اسے وہاں سے نکال سکے گا۔

جانے والوں کا افسوس اپنی جگہ مگر دانائی یہ ہے کہ اس پت جھڑ کو اپنے لیے ایک پیغام سمجھ کر اپنے جانے کی تیاری مکمل رکھی جائے۔ اپنا ہر عقیدہ اور عمل قرآن مجید کے عین مطابق کیا جائے۔ کیونکہ آنے والی ابدی دنیا میں عافیت وہی لوگ پائیں گے جن کا ہر عقیدہ اور عمل قرآن کے مطابق ہوگا۔ باقی لوگوں کے حصے میں پچھتاووں کے سوا کچھ نہ آئے گا۔

انتہا پسندی اور نفرت کی سوچ

قربانی کے حوالے سے ماہنامہ انذار کے جولائی کے شمارے میں اس طالب علم کا ایک جواب شائع ہوا۔ یہ جواب فیس بک پر شائع ہوا تو اس سے جو مضامین بہت سے لوگوں نے نکالے وہ درحقیقت اس میں کہیں موجود نہ تھے۔ کمنٹس میں پیغمبرانہ شان کے ساتھ کیے گئے وہ تبصرے بھی تھے جن کو پڑھ کر صاف محسوس ہوتا تھا کہ لکھنے والے کو یقین ہے کہ وہ اللہ کا نبی ہے اور جو اسے سمجھ میں آ گیا وہ آخری حق ہے۔اس کے ساتھ اخلاقی پستی سے لتھڑی ہوئی وہ ہفوات تھیں جن پر کوئی تبصرہ کرنا اس مضمون کا مقصد نہیں۔اس طرح کی بے ہودگیوں کے جواب میں وَاصۡبِرۡ عَلَى مَا يَقُولُونَ وَاهۡجُرۡهُمۡ هَجۡرًا جَمِيلًا کی قرآنی ہدایت بہت ہے۔

اس مضمون کا اصل مقصد یہ واضح کرنا ہے کہ ایک انتہا پسند ذہن اخلاقیات کے ساتھ علم و معقولیت سے بھی کس طرح خالی ہو جاتا ہے۔ یہ وضاحت بھی ظاہر ہے کہ کسی انتہا پسند ذہن کے لیے کوئی مفید نہیں ہو سکتی کیونکہ جیسا کہ پیچھے بیان ہوا وہ پہلے ہی خود کو پیغمبر کے مقام پر فائز سمجھتا ہے اور اس مقام سے اسے روز قیامت اللہ تعالیٰ ہی اتاریں گے، کسی بندہ بشر کے بس کی یہ بات نہیں ہے۔ ہمارے مخاطب وہ عام لوگ ہیں جو ابھی اس کینسر سے محفوظ ہیں ۔ہم اس کینسر سے اپنی قوم کو بچانا چاہتے ہیں کیونکہ امتوں کی تاریخ کا مطالعہ یہ بتاتا ہے کہ انتہا پسندی کا یہ ناسور اگر کسی قوم میں پھیل جائے تو خدائی قہر کا کوڑا اس پر برس جاتا ہے۔

اس طالب علم سے ایک بہن نے سوال یہ کیا تھا کہ اس برس کرونا کی وبا اور لاک ڈاؤن وغیرہ کی بنا پر لوگوں کے معاشی حالات بہت خراب ہیں۔ کیا ہم قربانی کے بجائے اس پیسے سے لوگوں کی مدد کر سکتے ہیں۔اس طالب علم نے جواب کے آغاز پر قربانی کے بارے میں اپنا اصولی موقف اس طرح بیان کیا تھا۔

''قربانی ایک عبادت ہے۔ ہر عبادت کی ایک حقیقت اور اس کا ایک مقصد ہوتا ہے جو اس عبادت کو بعینہٖ ادا کرنے سے حاصل ہوتا ہے۔ قربانی کی حقیقت اپنے وجود کو اپنے خالق کے حوالے کر دینے کا نام ہے اور اس کا مقصد اس جذبہ کا اظہار ہے کہ مالک کے لیے کبھی جان بھی دینی پڑی تو قربانی کے جانور کی طرح ہم بھی بے دریغ اپنا خون بہا دیں گے۔ ظاہر ہے کہ یہ مقصد کبھی سادہ طریقے سے مال خرچ کرنے سے حاصل نہیں ہوسکتا۔ اس لیے یہ تو ممکن نہیں کہ قربانی کے پیسے کسی اور نیکی میں خرچ کر کے قربانی کا جذبہ پیدا کیا جا سکے۔''

یہ پیراگراف اپنے مدعا میں بالکل واضح ہے کہ قربانی کا کوئی بدل نہیں۔ اسی طرح غریبوں کی مدد کے لیے انفاق سے وہ جذبہ اور مقصد کبھی حاصل نہیں ہوسکتا جو قربانی کے ذریعے سے پیدا کرنا شارع کے پیش نظر ہے۔ یہی اس باب میں اس طالب علم کا ہمیشہ سے موقف رہا ہے کہ قربانی ایک مستقل عبادت ہے جو انفاق سے جدا ہے۔ اسے ترک کر کے کسی دوسری عبادت کو اس کے نعم البدل کے طور پر اختیار کرنے کو معمول بنانے کی کوئی گنجائش نہیں۔

مگر اس کے بعد علم کی دنیا اور حقیقت کی دنیا کے کچھ حقائق بھی موجود ہیں۔ علم کی دنیا کی حقیقت یہ ہے کہ مسلمانوں کا کوئی فقیہ، کوئی عالم اور کوئی مسلک قربانی کو فرض نہیں مانتا۔ جمہور ائمہ کے نزدیک قربانی ایک نفل عبادت ہے۔ احناف البتہ اپنے خاص طریقے کے مطابق جب کسی چیز کے فرض ہونے کے دلائل نہیں پاتے، مگر نصوص سے کسی عمل کی اہمیت عام نوافل سے کہیں زیادہ محسوس کرتے ہیں تو پھر اس کو واجب کہہ دیتے ہیں۔ ہم نے خالص فنی بحث سے بچتے ہوئے کہ احناف کس طرح نصوص سے احکام کا استنباط کرتے ہیں، یہ سمجھانے کی کوشش کی ہے کہ مسلمان امت میں اس عبادت کو فرض کوئی بھی نہیں مانتا۔

جب یہ عبادت فرض نہیں ہے تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا کسی خاص موقع پر جب ایک غیر

معمولی معاشی بحران پیدا ہو چکا ہے تو کیا ایک بندہ مومن کو یہ اختیار ہے کہ وہ اپنی ذاتی صوابدید پر یہ نفل عبادت چھوڑ کر اس پیسے کو کسی ضرورت مند پر خرچ کر سکے۔ اس وقت معاشی بحران میں عام لوگوں کی کمر کس طرح ٹوٹ چکی ہے، اس سے صرف بے حس لوگ ہی بے خبر ہیں۔ مگر ہم جانتے ہیں کہ کرونا کی وبا نے اس وقت کس طرح کاروبار ختم کیے ہیں اور کس طرح سفید پوش لوگ بے روزگار ہو چکے ہیں۔

قربانی کی عبادت کی اس نوعیت اور موجودہ حالات کے پیش نظر اس طالب علم کا جواب یہ ہے کہ ایک فرد کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اس خاص عید کے موقع پر یہ فیصلہ کر لے کہ اس برس اسے قربانی نہیں کرنی اور اس پیسے کو وہ کسی ضرورت مند کو دے دے۔ یہی وہ جواب تھا جو اس طالب علم نے آگے اس بہن کو درج ذیل الفاظ میں دیا تھا۔

”قربانی اپنی نوعیت کے لحاظ سے کوئی لازمی دینی مطالبہ نہیں ہے۔ اس معاملے میں سب سے سخت موقف احناف کا ہے، مگر وہ بھی اسے صاحب نصاب کے لیے واجب سمجھتے ہیں۔ جبکہ جمہور کے نزدیک تو یہ ایک نفل عبادت ہے۔ اس لیے اگر آپ ہر برس اس عبادت کو ادا کرتی ہیں اور اس برس یہ چاہتی ہیں کہ قربانی کے پیسوں سے غریبوں کی مدد کی جائے تو یہ اپنی ذات میں ایک اچھی سوچ ہے۔ کیونکہ حقیقت یہ ہے کہ اس برس کرونا اور لاک ڈاؤن کی وجہ سے لوگوں کے مالی مسائل بہت زیادہ بڑھ چکے ہیں۔ پھر بہت سے لوگ بیمار ہو رہے ہیں جن کے پاس علاج معالجے کے لیے پیسے نہیں۔

ایسے میں اِس خاص برس میں اگر کوئی قربانی کو اس جذبے سے موقوف کر کے ان پیسوں سے ضرورت مندوں کی مدد کرتا ہے تو ان شاء اللہ مجھے امید ہے کہ اسے قربانی کا اجر بھی ملے گا اور اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کا اجر بھی ملے گا۔“

دیکھ لیجیے اس جواب میں کہیں یہ بات نہیں کہی گئی کہ قربانی غیر ضروری عمل ہے اور اس کی جگہ غریبوں کی مدد کرنی چاہیے۔ قربانی کی اہمیت شروع میں واضح کر دی گئی ہے، اور اس سوال کا جواب ایک خاص پس منظر میں دیا جا رہا ہے۔ ہمارا بنائے استدلال یہ ہے کہ یہ عبادت فرض نہیں ہے۔ بہت اہم سہی، مگر ایک نفل عبادت ہے۔ اور ایک شخص کسی اچھی نیت سے کوئی نفل عبادت چھوڑ کر اس پیسے سے کسی انسان کی مدد کر رہا ہے تو یہ حق کسی کو حاصل نہیں کہ ایسا کرنے سے اسے روکے۔ ہاں اگر اہل ثروت لوگ قربانی کے بجائے غریبوں کی مدد کو معمول بنائیں گے تو ہم سب سے آگے بڑھ کر انھیں اس چیز سے روکیں گے اور بتائیں گے کہ قربانی کی عبادت کی اہمیت کیا ہے اور اس کا اہتمام کیوں ضروری ہے۔ لیکن ظاہر ہے کہ موجودہ پس منظر میں معاملہ مختلف ہے۔

ہماری اس بات سے اختلاف زیادہ سے زیادہ کوئی کٹر مقلد حنفی کر سکتا ہے جو ائمہ احناف کے نقطہ نظر ہی کو آخری حق سمجھتا ہو۔ اس کی خدمت میں بھی ہم ایک محقق حنفی عالم ہی کا مضمون پیش کریں گے جنھوں نے قربانی کے معاملے میں احناف کے مقابلے میں جمہور ائمہ کے موقف کو درست قرار دیا ہے۔ لنک درج ذیل ہے۔

https://ibcurdu.com/news/51646/

تاہم پھر بھی کوئی احناف کے نقطہ نظر کو درست مانے تو یہ زیادہ سے زیادہ ایک علمی اختلاف ہے جو ہمارا نہیں بلکہ ائمہ کا اپنا اختلاف ہے۔ اس اختلاف کے جواب میں اس فتویٰ بازی، ہفوات اور نفرت انگیز کمنٹس کا کیا جواز ہے؟ اس کا ماخذ صرف وہ انتہا پسندانہ سوچ ہے جس کے رگ و پے میں نفرت کا زہر بھر چکا ہے۔ یہی وہ نفرت ہے جس سے ہماری جنگ ہے۔ ان شاء اللہ ہم اس جنگ میں نفرت اور انتہا پسندی کے اس ذہن کو شکست دیں گے۔ کیونکہ ان لوگوں کو شکست نہ دی گئی تو یہ ذہن اپنی نفرت اور جہالت سے پوری قوم کو برباد کر دے گا۔

مکاتیب

ابو یحییٰ

ختم نبوت اور قرآن مجید

محترم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا نبوت اور ایمانیات کا حصہ سوم سنا۔ بہت وضاحت سے آپ نے ہر چیز بیان کی۔ جزاک اللہ۔ آپ کے علم میں اللہ تعالیٰ مزید برکت دے۔ آپ ہمارے استاد ہیں۔ اور ہم محض ادنی سے طالبعلم۔

آپ کے اس بیان کے آخری حصہ کے بارے میں کچھ عرض کرنا چاہتی ہوں۔ صرف اس خیال سے کہ قرآن غور وفکر اور تدبر کرنے کو کہتا ہے۔ آپ نے سورۃ البقرہ کی ایک آیت حوالہ کے طور پر پیش کی ہے۔ مجھے اس کے لفظ آخرۃ پر کہنا ہے کہ ہم قرآن مجید جو کہ عربی زبان میں ہے اس کا ترجمہ کرتے ہیں۔ مگر آخرۃ بھی عربی لفظ ہے۔ اس کے بہت سے معنی ہیں۔ جیسے کہ the last, the latter, the other, the future state, next world... اور بھی بہت سے...... مگر ہم اس لفظ کا ترجمہ نہیں کرتے۔ اور میری ادنیٰ سی تحقیق پورے قرآن میں آخرۃ کے بارے میں یہ ہے کہ جو مضمون پیچھے بیان ہو رہا ہوتا ہے اسی سے متعلق لفظ آخرۃ آتا ہے زیادہ تر جیسے اگر ثواب۔ عذاب۔ لعنت۔ گھر کا ذکر ہے تو دنیا اور پھر آخرۃ کا ذکر آتا ہے۔ یعنی وہی چیز اس دنیا اور پھر اگلی دنیا میں اس کا ہونا بتایا گیا ہے۔ اور جب خدا نے آخری دن کو بیان کرنا ہے تو یوم آخر زیادہ تر کہا گیا ہے۔

اس سارے سے مراد یہ ہے کہ جب وحیوں کا ذکر ہو رہا ہے تو وہاں پر آپ پر۔ آپ سے پہلے اور یہاں آخرہ سے مراد بعد میں آنے والی وحی یا وحیاں مراد ہے۔ اور یوقنون کا لفظ بھی عام

طور پر غائب چیز کے ذکر پر ہوتا ہے۔ جو سامنے ہے یا جس کا ثبوت ہو اس پر ایمان لایا جاتا ہے۔ یہ میری ادنیٰ سی ایک کاوش تھی کہ آخرت کو بھی مضمون کے مطابق ٹرانسلیٹ کیا جائے کیونکہ ہر جگہ آخرت مراد نہیں۔ بلکہ (بعد میں آنے والی) مراد ہے جس چیز کے بارے میں بھی پہلے بیان ہو رہا ہے تو اس طرح آپ اس آیت کو ختم نبوت کے ثبوت کے طور پر لیتے ہیں اور میرا خیال ہے کہ یہ خدائی کلام کے جاری ہونے کا ثبوت ہے۔ معافی چاہتی ہوں اگر کچھ غلط لگے۔

والسلام...... ایک طالبعلم

عزیز بہن ۔۔۔۔۔۔

میں نے اپنی زندگی میں ایک اصولی فیصلہ کر رکھا ہے۔ وہ یہ کہ میں اپنے ہر تعصب کو چھوڑ کر خدا کے سامنے جھکوں گا۔ خدا کی ترجمانی اب قیامت تک قرآن مجید کرتا ہے۔ یہ خدا ہے جو بول رہا ہے۔ چنانچہ مجھے ہر صورت میں اس کے سامنے سجدہ ریز ہونا ہے۔ میری یہ بات صرف میرا دعویٰ نہیں ہے، میرا عمل بھی ہے۔ میں نے اپنے پیدائشی فرقے، اپنی ابتدائی مذہبی وابستگیوں، اپنے ابتدائی اساتذہ کے نظریات اور اپنے ابتدائی دینی تصورات کو اسی اصول پر چھوڑا ہے اور آج ہر فرقہ وارانہ وابستگی سے بلند ہو کر صرف ایک مسلمان ہوں۔

قبل اس کے کہ میں آپ کے سوال کا جواب دوں، میرا سوال آپ سے یہ ہے کہ جو بات آپ نے فرمائی ہے، کیا خالی الذہن ہو کر صرف قرآن مجید کو سمجھنے کے پہلو سے فرمائی ہے یا اس کے پیچھے ایک عقیدہ، تصور یا تعصب موجود ہے؟ آپ خدا کو حاضر و ناظر جان کر مجھے نہیں بلکہ اپنے آپ کو جواب دیں تو آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ آپ کا مسئلہ حق کی تلاش ہے یا اپنے نظریے کے حق میں قرآن سے دلائل تلاش کرنے کا عمل ہے۔ میرے نزدیک آپ کے لیے زیر بحث

آیت میں آخرۃ کا مطلب تلاش کرنے سے زیادہ اہم اس سوال کا جواب تلاش کرنا ہے۔

جب آپ کو اس سوال کا جواب مل جائے تو مجھ سے دوبارہ سوال کیجیے۔ اگر آپ یہ کہیں گی کہ نہیں میرا کوئی تعصب نہیں۔ میں پہلے سے کسی نظریے یا عقیدے کو نہیں مانے ہوئی اور صرف اپنے رب کے کلام کا مدعا جاننا چاہتی ہوں تو پھر میں قرآن ہی سے آپ کو آپ کے سوال کا جواب دوں گا۔ لیکن اگر آپ کا ضمیر آپ کو یہ کہتا ہے کہ نہیں! تم اچھی طرح جانتی ہو کہ تم پہلے سے ایک تصور قائم کر چکی ہو اور قرآن تمھارے راستے میں آ کر کھڑا ہو گیا ہے اور اب تم تاویل کی راہ سے قرآن کے صریح الفاظ اور واضح اصطلاح سے جان چھڑانا چاہ رہی ہو تو پھر مجھ سے سوال مت کیجیے گا۔ کیونکہ پھر میں ہی نہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی آپ کو آ کر قرآن کا مطلب سمجھائیں گے تو آپ نہیں مانیں گی۔ یہاں تک کہ ایک روز آپ خدا کے حضور اس طرح پیش ہوں گی کہ آپ کے دل و دماغ کا ادنیٰ سے ادنیٰ خیال بھی خدا سے پوشیدہ نہیں ہوگا۔ اس روز وہ آپ کو بتائے گا کہ میں تو اپنی بات کہنے میں آخری درجے میں واضح تھا۔ میں نے آخری درجہ میں یہ واضح کر دیا تھا کہ آخرت کی نجات کیسے ملے گی۔ مگر تمھارے لیے مجھ سے زیادہ تمھارے تعصّبات اہم تھے۔ اس لیے تم میری کتاب کو تاویل کی سان پر چڑھا کر اپنے تعصّبات کے حق میں دلائل تراشتی رہیں۔

یہ دن وہ ہوگا جب کوئی عذر، کوئی معذرت آپ کے کام نہیں آئے گی۔ میری دعا ہے کہ اس دن سے پہلے اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے تعصّبات اور خواہشات سے اوپر اٹھ کر قرآن کے سامنے سجدہ ریز ہونے کی توفیق عطا کر دے۔ آمین۔

میری بات گراں خاطر ہوئی ہو تو معذرت چاہتا ہوں، مگر میں یقین دلاتا ہوں کہ قیامت کی رسوائی اتنی خوفناک ہوگی کہ اس کے مقابلے میں میرا توجہ دلانے کا عمل بہت ہلکا ہے۔ بات صرف

اتنی ہے کہ ہم آخرت کا نام تو لیتے ہیں اس پر یقین نہیں رکھتے۔یہی وہ پس منظر ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام کے آغاز پر اہل ایمان کی یہ صفت بیان کی ہے کہ وہ آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔یہی وہ یقین ہے جو آج قرآن پڑھنے والوں میں سب سے بڑھ کر نا پید ہے۔

دعا گو

بندہ عاجز

ابو یحییٰ

محترم ...... پہلے تو جزاک اللہ۔آپ کے خوبصورت جواب کا۔عرض ہے کہ میں حقیقتاً سمجھنا چاہتی ہوں ۔ میں پہلے سرسری ترجمہ ہی پڑھتی تھی مگر اب ذرا توجہ سے جاننے کی کوشش کرتی ہوں۔آپ کے لیکچر اور آپ کی کتاب ''جب زندگی شروع ہوگی'' بھی پڑھ رہی ہوں۔اگر تعصب دل میں ہوتا تو ان سے کبھی امپریس نہ ہوتی ...... فرقے ہماری مجبوری ہیں یہ آپ نے بھی بتایا مگر صحیح علم اور اس کو appreciate کرنا یہ ہمارے دل اور اللہ کے درمیان کا معاملہ ہے۔آپ ضرور رہنمائی کیجیے۔ ہوسکتا ہے ایک بات پر دل مطمئن ہو تو آئندہ بھی آپ کی گائیڈینس کی ضروت محسوس ہو اور آپ سے درخواست کروں۔اور اس لفظ کو تو میں نے پورے قرآن میں نشان لگا لگا کر سمجھنا چاہا ہے سوائے ایک دو جگہوں کے باقی تو مجھے جواب وہی ملا جو میں نے بیان کیا۔ غلط مت سمجھیے گا بعض طالبعلم ایسے بھی تو ہوتے ہیں جنہیں بہت وضاحت درکار ہوتی ہے۔بس مجھے ویسا سمجھ کر میری رہنمائی کیجیے......والسلام

السلام علیکم

عزیز بہن۔۔۔۔۔

قرآن مجید عقائد کو بیان کرنے کے معاملے میں آخری درجہ کی واضح کتاب ہے۔ یہ اپنے مدعا کو بار بار اور بالکل صاف صاف اتنی دفعہ دہراتا ہے کہ کسی شخص کو قرآن مجید کا مدعا سمجھنے میں کوئی غلطی نہیں ہوسکتی۔ چاہے کوئی شخص عربی جانتا ہو یا نہیں، عقائد کے معاملے میں صرف ترجمہ پڑھ لینا ہی انسان کو ٹھیک جگہ پہنچا دیتا ہے۔ شرط یہ ہے کہ انسان قرآن کی بات سمجھنا چاہتا ہو نہ کہ اپنی بات اس سے نکالنا چاہتا ہو۔ اس اصولی بات کے بعد آیئے آیہ زیر بحث کی طرف جو سورہ بقرہ کی آیت نمبر چار ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَالَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِمَا أُنزِلَ إِلَيْكَ وَمَا أُنزِلَ مِن قَبْلِكَ وَبِالْآخِرَةِ هُمْ يُوقِنُونَ

آپ کا نقطہ نظر ہے کہ آیہ زیر بحث میں نبوت پر ایمان ہی زیر بحث ہے۔ جبکہ قرآن مجید بالکل واضح ہے کہ یہاں دو الگ الگ ایمانیات زیر بحث ہیں۔ ایک وحی و نبوت پر ایمان جو حضور اور آپ سے قبل کی وحی پر لایا جاتا ہے اور دوسرا آخرت پر ایمان جسے یہاں باوجوہ یقین کے الفاظ سے بیان کر دیا گیا ہے۔ میں دونوں باتوں کو قرآن کے صریح بیانات سے واضح کروں گا۔

اس آیت میں بیان کردہ پہلی چیز یعنی حضور پر نازل ہونے والی کتاب اور آپ سے پچھلی کتب پر ایمان قرآن مجید کا ایک مستقل موضوع ہے جس پر جگہ جگہ قرآن مجید میں گفتگو کی گئی ہے اور یہ بتایا گیا ہے کہ وحی، نبوت اور کتابوں پر ایمان کے ضمن میں اصل مطالبہ حضور اور آپ کی وحی پر ایمان اور آپ سے پہلے نازل ہونے والی وحی اور انبیا پر ایمان ہی ہے۔ بعد کے کسی نبی، کسی وحی پر ایمان یا یقین کے تصور سے پورا قرآن خالی ہے۔ میں صرف دو آیات نمونے کے طور پر آپ کے سامنے رکھ رہا ہوں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓا۟ ءَامِنُوا۟ بِٱللَّهِ وَرَسُولِهِۦ وَٱلْكِتَـٰبِ ٱلَّذِى نَزَّلَ عَلَىٰ رَسُولِهِۦ وَٱلْكِتَـٰبِ

الَّـذِیٓ اَنـزَلَ مِـنۡ قَبۡـلُ ط وَمَـنۡ یَّکۡفُرۡ بِاللّٰہِ وَ مَلٰٓئِکَتِہٖ وَ کُتُبِہٖ وَ رُسُلِہٖ وَالۡیَوۡمِ الۡاٰخِرِ فَقَدۡ ضَلَّ ضَلٰلًام بَعِیۡدًا (النساء137:4)

ایمان والو، اللہ پر ایمان لاؤ اور اُس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اُس کتاب پر جو اُس نے اپنے رسول پر نازل کی ہے اور اُس کتاب پر بھی جو وہ اِس سے پہلے نازل کر چکا ہے اور (جان رکھو کہ) جو اللہ اور اُس کے فرشتوں اور اُس کی کتابوں اور اُس کے رسولوں اور قیامت کے دن (اُس کے حضور میں پیشی) کے منکر ہوں، وہ بہت دور کی گم راہی میں جا پڑے ہیں۔

دیکھ لیجیے کہ اس آیت میں صراحت کے ساتھ اہل ایمان کو جو حکم دیا جا رہا ہے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہونے والی کتاب اور اس سے قبل نازل ہونے والی کتاب پر ایمان لانے کا ہے۔ مزید کسی وحی پر ایمان کا ہرگز کوئی مطالبہ نہیں اور اسی ایمان کا انکار یا کفر کرنے پر دور کی گمراہی کی وعید سنائی گئی ہے۔

اس آیت میں جو بات یعنی اٰمِـنُـوا ---- الَّذِیۡ نَزَّلَ عَلٰی رَسُوۡلِہٖ وَالۡکِتٰبِ الَّذِیٓ اَنزَلَ مِنۡ قَبۡلُ کہی گئی ہے یہی وہ بات ہے جو ہماری زیر بحث آیت میں وَالَّـذِیـنَ یُـؤۡمِنُونَ بِمَا أُنزِلَ إِلَیۡكَ وَمَـا أُنـزِلَ مِن قَبۡلِكَ کے الفاظ سے ادا کی گئی ہے۔ سوال یہ ہے کہ اگر یہاں اگلی کسی وحی یا کتاب پر ایمان کا مطالبہ نہیں کیا گیا تو سورہ بقرہ میں کس اصول پر کیا جا سکتا ہے؟

دوسری آیت ملاحظہ کیجیے:

قُـولُـوا آمَـنَّـا بِـاللَّــهِ وَمَـا أُنزِلَ إِلَیۡنَا وَمَا أُنزِلَ إِلَىٰٓ إِبۡرَاهِیمَ وَإِسۡمَاعِیلَ وَإِسۡحَاقَ وَیَعۡقُوبَ وَالۡأَسۡبَاطِ وَمَا أُوتِیَ مُوسَىٰ وَعِیسَىٰ وَمَا أُوتِیَ النَّبِیُّونَ مِن رَّبِّهِمۡ لَا نُفَرِّقُ بَیۡنَ أَحَدٍ مِّنۡهُمۡ وَنَحۡنُ لَهُ مُسۡلِمُونَ (البقرہ136:2)

(ایمان والو)، اِن سے کہہ دو کہ ہم نے اللہ کو مانا ہے اور اُس چیز کو مانا ہے جو ہماری طرف

نازل کی گئی اور جو ابراہیم، اسمٰعیل، اسحٰق اور یعقوب اور اُن کی اولاد کی طرف نازل کی گئی اور جو موسیٰ اور عیسیٰ اور دوسرے سب نبیوں کو اُن کے پروردگار کی طرف سے دی گئی۔ ہم اِن میں سے کسی کے درمیان کوئی فرق نہیں کرتے۔ اور ہم اُسی کے فرماں بردار ہیں۔

یہاں واضح طور پر صحابہ کی زبان سے یہ کہلوایا گیا ہے کہ وہ کس چیز پر ایمان لائے ہیں۔ یعنی وہ اس وحی پر ایمان لائے ہیں جو حضور اور ان سے پہلے نازل ہوئی۔ صحابہ نے یہاں بعد میں آنے والی کسی وحی پر ایمان کا کوئی ذکر نہیں کیا۔ خیال رہے کہ یہ وہی صحابہ ہیں جن کے اوصاف ہماری زیر بحث آیات یعنی سورہ بقرہ آیت 1 تا 5 میں بیان کیے گئے ہیں۔ وہاں وحی کے باب میں جو کچھ وہ مان رہے تھے یہاں اس کو ان کے منہ سے کہلوادیا گیا ہے۔ اس کے بعد یہ کیسے ممکن ہے کہ کوئی ان کے منہ میں اپنی بات ڈال دے؟

قرآن مجید کے یہ دو مقامات اور دیگر متعدد مقامات جہاں صرف حضور یا ان سے پہلے ہی کی وحی پر ہی ایمان کا مطالبہ ہے یہ صاف واضح کرتے ہیں کہ البقرہ کی زیر بحث آیت میں وَالَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِمَا أُنزِلَ إِلَيْكَ وَمَا أُنزِلَ مِن قَبْلِكَ کے الفاظ میں وحی و نبوت کے باب میں جو ایمانی مطالبات ہیں ان کو بیان کر دیا گیا ہے۔ یعنی اس باب میں ایمان کا مطالبہ صرف حضور یا ان سے پہلے کی وحی کے حوالے سے ہے۔ مزید براں یہ کہ اس کے بعد بیان کردہ اگلی بات کا تعلق کسی طور پر وحی و نبوت سے نہیں ہے۔ کیونکہ اگر یہ کوئی مطالبہ ہوتا تو قرآن مجید کے دیگر مقامات پر بالکل صراحت کے ساتھ بیان ہوتا۔ چنانچہ یہ بات قطعی ہے کہ وحی و نبوت کے ضمن میں وَالَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِمَا أُنزِلَ إِلَيْكَ وَمَا أُنزِلَ مِن قَبْلِكَ سے بڑھ کر قرآن کا کوئی مطالبہ نہیں ہے۔

دوسری گزارش آخرت کے لفظ کے حوالے سے ہے جس سے آپ ایک نئی نبوت یا حضور کے بعد کی وحی کی گنجائش پیدا کر رہی ہیں۔ آخرت بے شک عربی زبان کا ایک لفظ ہے لیکن قرآن

مجید میں یہ دنیا کے بعد آنے والی زندگی کے بارے میں بطور ایک اصطلاح کے استعمال ہوا ہے۔ قرآن مجید جب کسی عام لفظ کو اصطلاح بناتا ہے تو اس کو ہزار پہلوؤں سے اتنا دہراتا ہے کہ غلط فہمی کی ہر گنجائش ختم ہو جاتی ہے۔ اس کے بعد ضروری ہو جاتا ہے کہ اس لفظ کے عمومی مفہوم کو مراد لینے کے لیے کوئی قرینہ پایا جائے ورنہ وہ لفظ اپنے اصطلاحی مفہوم ہی میں مراد لیا جاتا ہے۔

آخرت کا لفظ قرآن مجید میں 115 دفعہ استعمال ہوا ہے۔ میں نے جتنا اس لفظ کا استقصا کیا ہے اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ پورے قرآن میں صرف تین مقامات ہیں جہاں یہ لفظ اپنے لغوی مفہوم میں استعمال ہوا ہے۔ ان تینوں مقامات پر قرائن بالکل واضح ہیں کہ اصطلاحی مفہوم مراد نہیں۔ پہلا مقام سورہ بنی اسرائیل کی آیت 7 ہے جہاں وَعْدُ الْآخِرَةِ کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ مگر سیاق کلام سے یہ بات بالکل واضح ہے کہ یہ بنی اسرائیل کی ماضی کی تاریخ کے ایک واقعے کا بیان ہے اس لیے اس سے کسی صورت آخرت کی آنے والی زندگی یا دنیا مراد نہیں لی جا سکتی۔

دوسرا مقام سورہ ص کی آیت 7 ہے جس میں الْمِلَّةِ الْآخِرَةِ کی ترکیب استعمال ہوئی ہے۔ آخری ملت کی ترکیب ہی یہ بتا رہی ہے کہ آخرت کی دنیا یا آخرت کی زندگی اس سے مراد نہیں ہو سکتی۔ مطلب یہ ہے کہ کفار حضور کی دعوت توحید کے جواب میں یہ کہہ رہے ہیں کہ یہ تو ایک بالکل نئی بات ہے جو اس آخری ملت میں یعنی اپنے زمانے میں ہم نے نہیں سنی۔ ظاہر ہے کہ یہاں آخرت کسی صورت مراد نہیں۔ تیسرا مقام سورہ الضحیٰ کی آیت ہے جہاں وَلَلْآخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْأُولَىٰ کے جملے میں یہ لفظ استعمال ہوا ہے۔ سورت کا موضوع چونکہ دنیا میں حضور کو بشارت ہے اس لیے یہاں اس سے مراد یہی ہے کہ آنے والے ایام ان ابتدائی ایام سے بہتر ہوں گے۔

اس کے علاوہ پورے قرآن میں یہ لفظ آخرت کی اصطلاح کے پہلو ہی سے استعمال ہوا

ہے۔اس مفہوم میں یہ لفظ قرآن میں اتنا عام ہے کہ مجرد آخرت کا لفظ جب بھی قرآن میں آتا ہے تو اس کا مطلب آخرت کی دنیا ہی ہوتی ہے۔اس سے پہلے اگر ایمان، کفر اور یقین کے الفاظ آجائیں تو اس بات کی کوئی گنجائش ہی نہیں رہتی کہ اسے لفظی مفہوم میں لیا جائے بلکہ سو فیصد اس سے مراد آخرت کی زندگی پر ایمان و یقین ہوتا ہے۔درج ذیل مقام دیکھیے ۔ارشاد ہے۔

الم ۔ تِلْكَ آيَاتُ الْكِتَابِ الْحَكِيمِ ۔هُدًى وَرَحْمَةً لِّلْمُحْسِنِينَ ۔الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُم بِالْآخِرَةِ هُمْ يُوقِنُونَ ۔أُولَئِكَ عَلَىٰ هُدًى مِّن رَّبِّهِمْ وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۔(لقمان 1تا5)

میں نے سورہ لقمان کی یہ آیات خاص طور پر اس لیے منتخب کی ہیں کہ ان میں سورہ بقرہ کی آیات کا مفہوم ہی کم و بیش بیان کیا گیا ہے۔اور ساتھ میں اس مقام پر وَهُم بِالْآخِرَةِ هُمْ يُوقِنُونَ کے الفاظ بعینہ موجود ہیں۔ان الفاظ کی یہاں موجودگی نے آپ کی وہ پوری بحث ختم کردی ہے جو اس جملے پر آپ نے سورہ بقرہ میں کی تھی۔ یہاں وَهُم بِالْآخِرَةِ هُمْ يُوقِنُونَ سے کسی نئی وحی کو مراد لینے کی کوئی گنجائش ہی نہیں۔ جو بات اللہ نے وہاں کہی تھی ٹھیک وہی بات یہاں کہہ کر یہ بتادیا کہ دونوں جگہ ان کی بات کا مفہوم ایک ہی ہے یعنی ہدایت اور فلاح ان لوگوں کے لیے ہے جو آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔ایک اور مقام دیکھیے ۔

وَوَيْلٌ لِّلْمُشْرِكِينَ ۔الَّذِينَ لَا يُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُم بِالْآخِرَةِ هُمْ كَافِرُونَ (حم السجدہ آیت 6-7)

یہاں ناکامی کے پہلو سے ٹھیک وہی موضوع زیر بحث ہے جو وہاں فلاح کے پہلو سے تھا۔ یعنی زکوۃ نہ دینا اور آخرت کا انکار کر دینا ہلاکت کا سبب ہے۔

میں نے قلت وقت کے پیش نظر صرف دو مثالیں پیش کر کے یہ بتادیا ہے کہ لفظ آخرت

قرآن مجید کی ایک خاص اصطلاح ہے جو آنے والی دنیا کے لیے استعمال ہوتی ہے اور خاص طور پر جب یہ کفر، ایمان، یقین وغیرہ کے ساتھ استعمال ہو تو اس کا معمولی سا احتمال بھی نہیں رہتا کہ اسے اس کے اصطلاحی مفہوم کے علاوہ کسی اور مفہوم میں استعمال کا کیا گیا ہے۔

ایک آخری گزارش یہ کرنی تھی کہ میں اس طرح کی بحثوں میں الجھنے سے ہمیشہ گریز کرتا ہوں جو آپ سے کرنی پڑی ہے۔ لیکن آپ کا یہ فرمانا کہ آپ واقعتاً سمجھنا چاہتی ہیں، اس نے مجھے مجبور کر دیا کہ اپنی تمام تر مصروفیات کے باوجود وقت نکال کر یہ گزارشات آپ کی خدمت میں پیش کروں۔ ایک آخری گزارش یہ ہے کہ دیانت داری سے ایک بات اپنے آپ سے پوچھیے کہ کیا یہ ممکن تھا کہ آپ سورہ بقرہ کی ان آیات سے وہ نتیجہ نکال سکتیں جو آپ نے نکالا، اگر آپ کا تعلق ایک خاص پس منظر سے نہ ہوتا۔ میں آپ سے درخواست کروں گا کہ کبھی زندگی میں موقع ملے تو ایک تجربہ کر کے دیکھیے۔ وہ یہ کہ کسی ایسے شخص کو جس کا کوئی مذہبی پس منظر نہ ہو یا قرآن سے ناواقف کوئی غیر مسلم ہو، اسے قرآن مجید پڑھنے کے لیے دے دیں۔ اور جب وہ اسے پڑھ چکے تو اس سے یہ پوچھیں کہ یہ بتاؤ کہ قرآن کن چیزوں پر ایمان کی دعوت دیتا ہے۔ وہ آپ کو بالکل صاف صاف بتا دے گا کہ قرآن اللہ تعالیٰ، فرشتوں، کتابوں، آخرت کے دن اور انبیا پر ایمان کی دعوت دیتا ہے۔ وہ نبیوں اور کتابوں کے ضمن میں حضور اور قرآن کے علاوہ پہلے کے تمام انبیا اور کتابوں کے نام بھی گنوا دے گا۔ مگر یہ کبھی نہیں ہوگا کہ وہ حضور کے بعد کسی نبی یا قرآن کے بعد کسی کتاب کے ذکر کو قرآن سے برآمد کر کے دکھا دے۔ اس لیے کہ قرآن میں ایسا کچھ بیان ہی نہیں ہوا۔ ایسا کرنے کے لیے ضروری ہے کہ آدمی قرآن سے باہر کھڑے ہو کر پہلے ہی ایک عقیدہ قائم کر چکا ہو اور پھر قرآن سے یہ عقیدہ زبردستی نکالنے کی کوشش کرے۔ برا مت مانیے گا! آپ نے جو کچھ کیا، وہ ٹھیک یہی کام تھا۔

میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو تعصّبات سے بلند ہو کر قرآن میں بیان کردہ سچ کے سامنے سر جھکانے کی توفیق دے۔

والسلام

بندہ عاجز

ابو یحییٰ

پس نوشت:

میری بات پر اطمینان ہو گیا تو اللہ کا شکر ہے۔ نہیں ہوا تو آپ جانیں اور خدا جانے۔ میں عدیم الفرصت شخص ہوں۔ مزید کسی بحث و مباحثے سے خود کو عاجز پاتا ہوں۔

محترم، السلام علیکم۔ آپ کا جواب کافی تسلی بخش تھا۔ آپ نے اپنا وقت نکالا اور اتنی تکلیف کی۔ یقیناً اللہ تعالیٰ اس کی جزا دے گا۔ محترم آپ نے تو یہ کہہ کر راستہ ہی بند کر دیا کہ میں اس طرح کی بحث میں نہیں پڑتا۔ آپ یقین کیجیے کہ میں بحث کے نظریے سے ہرگز اس سوال کو نہیں لائی تھی بلکہ بے چینی تھی دل میں کہ کسی بے تعصب عالم سے کلیئر کروں۔ اگر اپنے قیمتی وقت سے کچھ نکال پائیں تو پلیز آیت جو بنی آدم قیامت تک موجود ہیں اور آتے رہیں گے، ان کو مخاطب کر کے اتاری گئی ہے یعنی اِمَّا یَأْتِیَنَّکُمْ رُسُلٌ والی آیت اور حدیث مجددین کے بارے میں بھی ضرور بتائیے گا۔ آیت کا نزول کن معنی میں ہے اور حدیث کا۔ میں صرف اپنی ذات کے لیے ان چیزوں کو کلیئر کرنا چاہتی ہوں صرف خدا خوفی سے۔ اس لیے مزید کچھ جج مت کیجیے گا پلیز۔

ایک بہن

عزیز بہن۔۔۔۔۔۔

آپ نے سورہ اعراف کی آیات 35-36 کے حوالے سے جو سوال کیا ہے، ان کو سمجھنے کے لیے پہلے ان آیات کو دیکھ لیں۔ آیات مع ترجمہ درج ذیل ہیں۔

يَا بَنِي آدَمَ إِمَّا يَأْتِيَنَّكُمْ رُسُلٌ مِنْكُمْ يَقُصُّونَ عَلَيْكُمْ آيَاتِي فَمَنِ اتَّقَى وَأَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ وَالَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا وَاسْتَكْبَرُوا عَنْهَا أُولَئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ۔

”آدم کے بیٹو، (میں نے پہلے دن تمھیں بتا دیا تھا کہ) اگر تمھارے پاس خود تمھارے اندر سے پیغمبر آئیں تم کو میری آیتیں سناتے ہوئے تو اُن کی بات ماننا، اِس لیے کہ جو خدا سے ڈرے اور اُنھوں نے اپنی اصلاح کر لی، اُن کے لیے پھر نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ کبھی غم زدہ ہوں گے۔ اِس کے برخلاف جنھوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا اور تکبر کر کے اُن سے منہ موڑ لیا، وہی دوزخ کے لوگ ہیں، وہ اُس میں ہمیشہ رہیں گے۔“

آیات کے ترجمے میں بریکٹ میں جو جملہ موجود ہے کہ میں نے تمھیں پہلے دن بتا دیا تھا وہ اس بات کا بیان ہے کہ یہ جملہ دراصل اس تعلیمات کا حصہ ہے جو حضرت آدم علیہ السلام کو بحیثیت نبی دی گئی تھیں تاکہ ان کی اولاد کے لیے رہنمائی کا باعث بنیں۔ سورہ اعراف کے نزول کے وقت اُس موقع پر قریش کو مخاطب کر کے یہ آیات اس لیے سنائی گئیں کہ ان کے درمیان اللہ کا نبی واقعی آچکا تھا اور اس کے انکار کا لازمی نتیجہ جہنم کی آگ کی شکل میں نکلنا تھا۔

آپ پوچھیں گی کہ اس کا کیا ثبوت ہے تو اس کا ثبوت یہ ہے کہ قرآن نے سورہ بقرہ میں اس پوری بات کو بیان کیا ہے۔ وہاں اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے کہ جس وقت آدم علیہ السلام کو ھبوط کا یعنی عارضی جنت سے نکلنے کا حکم دیا گیا تو اس موقع پر ٹھیک یہی بات ان الفاظ میں ان سے کہی گئی تھی۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

قُلْنَا اهْبِطُوا مِنْهَا جَمِيعًا فَإِمَّا يَأْتِيَنَّكُم مِّنِّي هُدًى فَمَن تَبِعَ هُدَايَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ۔ وَالَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا أُولَـٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ۔ (البقرہ38-39)

ہم نے کہا: تم سب یہاں سے اتر جاؤ، پھر میری طرف سے اگر کوئی ہدایت تمھارے پاس آئے تو اُسی پر چلنا، اِس لیے کہ جو لوگ میری اِس ہدایت کی پیروی کریں گے، اُن کا صلہ جنت ہے، سو اُن کے لیے نہ وہاں کوئی اندیشہ ہے اور نہ وہ کبھی غم زدہ ہوں گے۔ اور جنھوں نے (اِس کا) انکار کیا اور ہماری آیتوں کو جھٹلا دیا، وہ دوزخ کے لوگ ہیں، وہ ہمیشہ اُسی میں رہیں گے۔

سورہ اعراف میں آنے والے یَا بَنِی آدَمَ کے الفاظ یہ نہیں بتا رہے کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے قیامت کے دن تک کے لوگوں کو مخاطب کر لیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ آیات جس وقت نازل ہو رہی تھیں، اس وقت ان کے مخاطب صرف قریش کے لوگ تھے۔ یہاں یَا بَنِی آدَمَ کے الفاظ لانے کی وجہ ہی یہ بتانا ہے کہ اصل میں یہ گفتگو حضرت آدم کی ابتدائی ذریت سے مخاطب ہو کر کی گئی تھی، مگر موقع کی مناسبت سے قریش کو بھی یہ بات سنائی گئی کیونکہ ان کے درمیان واقعی اللہ کا نبی آ چکا تھا اور وہ اس کی تکذیب پر قائم تھے۔ جبکہ یہ بھی حقیقت ہے کہ وہ بہرحال بنی آدم ہی تھے۔ چنانچہ اس پہلو سے اس اسلوب سے یہاں ان کا نقل کرنا غلط نہ تھا۔

آپ اگر پھر بھی اس بات کو تسلیم نہیں کرتیں کہ یہ حضرت آدم سے کہی گئی بات تھی تو ایک آخری بات سے آپ انکار نہیں کر سکتیں۔ وہ یہ کہ آیت میں کسی نبی کو بھیجے جانے کا حتمی وعدہ نہیں کیا جا رہا۔ بلکہ آیت کا آغاز ''اما'' کے لفظ سے ہو رہا ہے۔ یہ عربی زبان میں کسی مشروط واقع یا مشروط چیز کو بیان کرنے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ یعنی جملے میں یہ کہا گیا ہے کہ اگر کوئی نبی تمھارے پاس آئے تو اس کو ماننے یا نہ ماننے کا یہ نتیجہ نکلے گا۔ یہ نہیں کہا گیا کہ تمھارے پاس ہر

حال میں نبی آئے گا تو جس نے مانا وہ جنت میں اور جس نے انکار کیا وہ جہنم میں جائے گا۔ اگر یہ کہا جاتا تب اس کا مطلب یہ ہوتا کہ نبوت کا سلسلہ ہر حال میں تا قیامت جاری رہے گا۔ اگر کا تو مطلب یہی ہے کہ ضروری نہیں کہ نبی ہر دور میں اور ہر قوم میں آئے اور یہ بھی ضروری نہیں کہ ہمیشہ آتے رہیں۔ چنانچہ ہم جانتے ہیں کہ بعض ادوار میں نبی نہیں آئے اور اسی طرح ہر قوم کی ہر نسل میں بھی نہیں آئے۔ چنانچہ جب قرآن نے سورہ احزاب میں صراحت کے ساتھ یہ واضح کر دیا کہ حضور نبیوں کے وہ خاتم ہیں جن کے بعد اس سلسلے کو بند کر دیا گیا ہے تو سورہ اعراف کی یہ ایت اس بات کو تسلیم کرنے میں میں قطعی مانع نہیں ہوتی کہ حضور کے بعد بھی کوئی نبی آئے گا۔

چنانچہ اس آیت کو کسی طور اس بات کے ثبوت میں پیش نہیں کیا جا سکتا کہ قیامت کے دن تک نبی آتے رہیں گے۔ باقی جہاں تک تجدید دین والی روایت کا معاملہ ہے تو اول تو اس کی سند میں مسائل ہیں۔ یہ نہ بھی ہوں تو تجدید دین کے لیے کوئی بھی آئے اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔ اصل مسئلہ نبوت کا ہے۔ میں نے اپنے لیکچر میں یہ عرض کر دیا تھا کہ نبوت کسی اصلاحی اور تجدیدی عمل کا نام نہیں، یہ کام تو عام لوگ بھی کر لیتے ہیں۔ نبوت اصل میں مخاطبہ الٰہی کا نام ہے اور اس کا دروازہ اب تا قیامت بند ہو چکا ہے۔

امید ہے آپ کو دونوں باتوں کا جواب مل گیا ہوگا۔

جزاک اللہ۔ بہت اچھے طریقے سے آپ نے سمجھایا۔ اللہ آپ کی عمر اور وقت میں برکت دے۔ امید کرتی ہوں کہ آئندہ کبھی کوئی الجھن محسوس ہوئی تو آپ سے سوال کر سکتی ہوں۔ ایک دفعہ پھر شکریہ۔

ابو یحییٰ

اسلام اور لونڈی غلام (2)

لونڈی غلاموں کے حوالے سے قرآن مجید میں آنے والے احکام و بیانات کی نوعیت کو جب قرآن مجید کی تعلیمات کی روشنی میں واضح کر کے اللہ تعالیٰ کا منشا بیان کرنے کی کوشش کی جاتی ہے تو بعض لوگوں کی طرف سے فوراً ایک اعتراض اٹھا دیا جاتا ہے۔ وہ یہ کہ یہ درحقیقت اسلام کو عصری (contemporary) یا مغربی تصورات کے مطابق پیش کرنے کی ایک کوشش ہے اور ایسا کرنے والے اہل علم اسلام کے بجائے مغربی فکر سے متاثر ہیں۔

یہ بات بالکل واضح ہے کہ ایسی باتیں علم و استدلال کی نوعیت کی چیزیں نہیں ہوتیں جن کا جواب دیا جائے۔ یہ درحقیقت ایک الزام ہے۔ اس الزام کی بے وقعتی واضح کرنے کے لیے صرف یہ جوابی الزام کافی ہے کہ جس ذہن کی آپ نمائندگی کر رہے ہیں اس کا دینی تصور زرعی دور کے عجمی اثرات کے تحت بنا ہے جن کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ تاہم الزام اور جوابی الزام سے ہمیں کوئی دلچسپی نہیں نہ ہم اسے کوئی علمی رویہ سمجھتے ہیں۔ مگر اس باب میں کچھ اصولی چیزیں واضح کرنا ضروری ہے۔

ہماری اس بات کا پس منظر یہ ہے کہ مذکورہ بالا ذہن ایک زبردست غلط فہمی کا شکار ہے۔ یہ غلط فہمی ایک خاص دور کے فہم دین اور اس کی بنیاد پر اخذ کیے گئے احکام کو عین دین سمجھنا ہے۔ چنانچہ جب انسانوں کے فہم کو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم سمجھا جائے گا تو امکان ہو گا کہ جس چیز کا دفاع کیا جا رہا ہے وہ خدائی احکام نہیں بلکہ انسانی فہم ہے۔ اس سے زیادہ سنگین بات یہ ہے کہ اس طرح کے اذہان دین کی بنیادی تعلیم یعنی ایمان و اخلاق کو پہلے ہی کوئی اہمیت نہیں دیتے بلکہ اسی فہم دین کو اصل دین سمجھتے ہیں، جس کے بعد ایسے لوگوں کی ایک بڑی تعداد اپنے مفروضہ دین کا دفاع کرتے ہوئے دین کی بنیادی تعلیم یعنی اخلاقی رویوں کو بھی پامال کر جاتی ہے۔ چنانچہ بہت سے علمی مباحث فرد کی نیت پر شک اور اس پر حکم لگانے، بدگمانی، تحقیر و تمسخر حتیٰ کہ تکفیر تک جا پہنچتے ہیں۔

اس پس منظر میں کچھ اصولی چیزوں کی وضاحت ضروری ہے جو نہ صرف غلامی کے اس مسئلے میں بلکہ اور بہت سے معاملات میں دینی تعلیمات کے ان پہلوؤں کو سمجھنے میں بہت مدد دے گی جن پر عصر حاضر میں بہت سے سوالات اٹھائے جاتے ہیں۔ ساتھ ہی یہ چیز بھی واضح ہوگی کہ علمی مباحث میں استدلال سے آگے بڑھ کر اخلاقی پامالی کی سطح پر اترنا اس دین کے بنیادی تقاضوں کے خلاف ہے جس کی حمیت میں آکر لوگ ایسے مباحث کے لیے اٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔

دین کیا ہے؟

دین کے متعلق یہ بات بالکل واضح رہنی چاہیے کہ اس کا اصل مقصد فرد کا تزکیہ کرنا ہے تاکہ کل قیامت کے دن وہ جنت کی ابدی فلاح پا سکے۔ قرآن مجید نے قَدْ أَفْلَحَ مَن زَكَّاهَا کے مختصر ترین الفاظ میں اس حقیقت کو واضح کیا ہے اور پھر متعدد مقامات پر بالواسطہ اور بلاواسطہ اس کی تفصیل کی ہے۔ تزکیہ کے اس بنیادی نصب العین کے لیے دینی تعلیمات کا اصل نشانہ یہ ہے کہ فرد کا اس کے خالق کے ساتھ تعلق بندگی اور شکر گزاری کی اساسات پر اور مخلوق کے ساتھ عدل اور احسان کی بنیاد پر قائم ہو جائے۔ جب یہ اساسات دینی مطالبات میں ڈھلتی ہیں تو ایمان و عمل صالح کے تقاضوں کی شکل اختیار کرتی ہیں۔ یہی وہ چیز ہے جسے بعض اوقات ہم ایمان و اخلاق کی دعوت سے تعبیر کرتے ہیں۔

یہی قرآن مجید کا اصل موضوع ہے اور قرآن مجید نے ہزار اسالیب میں انھی دو چیزوں کو ان کی انتہائی جزئیات میں جا کر بیان کیا ہے۔ قرآن مجید کے اس بنیادی پیغام کی اساس انسانی فطرت میں پائی جاتی ہے اور علم و عقل بھی اس کی تائید کرتے ہیں۔ چنانچہ ایک شخص جب ان چیزوں کو قرآن میں پڑھتا ہے تو ان کو اپنے دل کی آواز سمجھتا ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے مزید یہ اہتمام کیا ہے کہ ایمان و اخلاق کے اس بنیادی پیغام کو اتنا کھول کھول کر بیان کیا جائے اور اتنے پہلوؤں سے دہرایا جائے کہ کسی بھی شخص کو اس باب میں کوئی غلط فہمی نہ ہو سکے۔ کوئی عالم ہو کہ عامی، تاجر ہو یا مزدور، مرد ہو یا عورت، عربی میں قرآن پڑھے یا اس کا ترجمہ دیکھے؛ اسے قرآن کے مدعا کو پانے میں کوئی مشکل نہ ہو۔

یہی اصل دین ہے اور اس دین کو پانے کے لیے کسی عالم کے وسیلے اور ذریعے کی ضرورت

نہیں۔ایک عامی بھی قرآن کا خالی ترجمہ اگر خالی الذہن ہو کر پڑھے تو اسے یہ بات سمجھنے میں زیادہ مشکل نہیں ہوگی کہ اللہ تعالیٰ اس سے کیا چاہتے ہیں اور قرآن کا مطلوب انسان کیا ہے۔

دین کی شریعت

تاہم اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان پر ایک خصوصی اور اضافی احسان یہ فرمایا ہے کہ ایمان و اخلاق کے تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے بعض ایسے معاملات میں جہاں انسان درست بات تک نہیں پہنچ سکتے یا افراط و تفریط میں پڑ سکتے ہیں وہاں ایسے قوانین بنا دیے گئے ہیں جو ان تقاضوں کو نبھانے کے لیے متعین ہدایات دیتے ہیں۔ان قوانین کا ایک بڑا حصہ اس شریعت میں ہے جو قرآن مجید میں نہیں ہے بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت میں ہے جو نسل در نسل اجماع اور عملی تواتر سے آگے منتقل ہوئے ہیں۔ان ہدایات کا کچھ حصہ قرآن مجید میں بھی ہے۔

قرآن مجید میں موجود یہ قوانین یا شریعت اپنی جگہ بالکل واضح ہے لیکن چونکہ یہ قوانین ہیں، اس لیے ایمان و اخلاق کی دعوت کی طرح بار بار دہرا کر ان کو نہیں کھولا گیا۔دوسرے یہ کہ قرآن مجید کی زبان عربی معلیٰ ہے جو قانون کی زبان سے قدرے مختلف واقع ہوئی ہے۔تیسرے یہ کہ یہ احکام و قوانین اپنا ایک موقع محل رکھتے ہیں۔یہ موقع محل اسی وقت پوری طرح واضح ہوتا ہے جب پڑھنے والا سورت کے مرکزی خیال اور نظم کلام کی رعایت کرتے ہوئے ان احکام کو دیکھ رہا ہو۔اس ضمن کی ایک اور اہم چیز یہ ہے کہ قرآن مجید احکام کے باب میں معاشرے کے عرف اور رائج معاملات کی بھی رعایت کرتا ہے جو ظاہر ہے کہ وقت کے ساتھ بدلتے رہتے ہیں۔

یہ تمام چیزیں جب ملتی ہیں تو ان کے نتیجے میں شریعت کے بعض احکام کو سمجھنے کے عمل میں اہل علم کا اختلاف وجود میں آتا ہے جو عین فطری ہے۔اس لیے کہ ہر شخص کی علمی استعداد، زاویہ نظر، زبان کا ذوق اور فکری رجحان مختلف ہوتا ہے۔اس کے علاوہ خود معاشرے کا عرف کوئی ایسی چیز نہیں جو اپنی جگہ جامد کھڑا رہے۔امکان ہے کہ عالم کا عرف جب بدلے گا تو اس کا نتیجہ فکر بھی بدلے گا۔یہ سب چیزیں مل کر ایک سے زیادہ فہم شریعت کے دروازے کھول دیتی ہیں۔

دو چیزیں کی اہمیت کا بدلنا

مذکورہ بالا چیزوں کے ساتھ دو چیزیں ایسی تھیں جن کی اہمیت میں کمی بیشی نے بعض مسائل

پیدا کر دیے۔ ان میں سے پہلی چیز قرآن مجید ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کے بارے میں واضح طور پر بیان کر دیا ہے کہ یہ میزان و فرقان ہے۔ باطل نہ اس کے آگے سے آ سکتا ہے نہ پیچھے سے۔ اس کتاب کی مکمل حفاظت، جمع اور بیان کا ذمہ اللہ تعالیٰ نے خود لیا تھا۔ یہی وہ کتاب الٰہی ہے جو انسانوں کے اختلاف میں فیصلہ کن بات کہنے والی واحد چیز اس وقت دنیا میں پائی جاتی ہے۔

لیکن قرآن مجید کی اس حیثیت کو نظر انداز کیا جائے گا تو پھر دنیا میں کوئی چیز ایسی نہیں پائی جاتی جو اختلاف کی شکل میں کوئی فیصلہ کن بات سامنے لا سکے۔ بدقسمتی سے ہمارے علم کی روایت میں یہی ہوا اور قرآن مجید کی یہ نظری حیثیت تسلیم کیے جانے کے باوجود عملی طور پر اس اصول کی پابندی نہیں کی گئی۔ جس کے نتیجے میں پہلے بھی اختلافات وجود میں آئے اور آج بھی اختلافات میں لوگ کسی حتمی بات تک اسی لیے نہیں پہنچتے کہ وہ قرآن مجید کو وہ فیصلہ کن مقام دینے کے لیے تیار نہیں جو اللہ تعالیٰ اسے دے چکے ہیں۔

اس کے برعکس ایک دوسری چیز یہ ہوئی کہ ایمان و اخلاق کی اصل قرآنی دعوت کی اہمیت کو پوری طرح نہیں مانا گیا۔ اس کے برعکس شریعت کے قوانین کے فہم اور اس کی بنیاد پر فقہی استنباط کی روایت مسلمانوں کی اصل علمی روایت بن گئی۔ ہمارے ہاں عالم وہی ہے جو اس فقہی ذخیرے کو جانتا ہو اور اس کی بنیاد پر آراء دے سکتا ہو۔ بڑے علماء گرچہ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ فقہی اخذ و استنباط دین کی اصل دعوت نہیں نہ اس میں اختلاف سے بڑا مسئلہ پیدا ہوتا ہے، مگر امت جب تقلید اور جمود کی بیڑیوں میں جکڑ گئی تو یہی اختلافی علم اصل علم اور صحیح و غلط اور حق و باطل کا معیار قرار پایا۔

ان دونوں چیزوں کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ آج کا ایک مسلمان ایمان و اخلاق کی اصل قرآنی دعوت کو دین سمجھنے کے بجائے مسلم امت کی اس فقہی روایت کے اجتہاد و استنباط سے جنم لینے والی روایت کو اصل دین سمجھتا ہے۔ جب اس روایت سے اختلاف کیا جاتا ہے تو اس کے جذبات اس خیال سے بھڑک اٹھتے ہیں کہ اختلاف کرنے والے نے عین دین سے اختلاف کر دیا ہے۔ اسی کے جواب میں کبھی وہ الزام و بہتان کی راہ اختیار کرتا ہے اور کبھی فقہی اصول و استدلال سے اس

نقطہ نظر کا مقابلہ کرنا شروع کر دیتا ہے جس کی اول و آخر اساس قرآن مجید ہوتی ہے۔ مگر وہ تاثر یہ دیتا ہے کہ کوئی بھی نیا نقطہ نظر جو چاہے قرآن مجید کی بنیاد پر پیش کیا گیا ہو، اگر قدیم سے مختلف ہے تو اصل دین سے اختلاف کے مترادف ہے۔

مسئلے کا حل

اس مسئلے کا حل اس حقیقت کو مان لینا ہے کہ دین کی اصل دعوت قرآن و سنت میں محصور ہے جسے اللہ تعالیٰ کے حکم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پورے اہتمام سے صحابہ کرام کو منتقل کیا۔ پھر صحابہ نے اپنے اجماع و تواتر سے اسے اگلی نسل کو اور انھوں نے اگلی نسل کو یہ دین منتقل کیا۔ یہی دین نسل در نسل منتقل ہوتا ہوا ہمارے پاس موجود ہے۔

اس دین پر اگلوں نے بھی غور کیا اور زندگی کا ایک عملی، قانونی ڈھانچہ بنایا جو اس دور کے عرف میں پوری طرح قابل عمل تھا۔ یہ عرف ظاہر ہے کہ زرعی دور کے سماجی تقاضوں کے تحت وجود میں آیا۔ اس میں اسلام سے قبل دنیا پر غالب عجمی تہذیب و تمدن کے اثرات کی نفی بھی نہیں کی جاسکتی۔ اس عرف میں ہر جگہ لونڈی غلام سماج کا ناگزیر حصہ تھے۔ عملی زندگی میں عورتوں کا کردار نہ ہونے کے برابر تھا۔ آمریت اور بادشاہت واحد سیاسی نظام تھا۔ مسلمان دنیا کی تنہا سپر پاور بن کر ابھرے تھے۔ یہ اور ان جیسی متعدد چیزیں تھیں جن کو بدلنے کے لیے خلفائے راشدین اور صحابہ کے مثالی کردار کی ضرورت تھی جو ظاہر ہے کہ بعد کے لیڈرز میں ناپید تھا۔ ایسے میں جو فہم شریعت وجود میں آیا وہ ظاہر ہے انسانی کام تھا۔ اس عمل میں جو کچھ اخذ و استنباط کی غلطی ہوئی، اللہ تعالیٰ کے ہاں وہ قابل مواخذہ نہیں، بلکہ جس طرح ایک روایت میں آتا ہے، باعث اجر ہے۔

تاہم یہ بالکل واضح رہنا چاہیے کہ یہ فہم دین تھا عین دین نہیں تھا۔ اصل دین قرآن و سنت میں محفوظ ہے۔ اس دین پر آج کے اہل علم بھی غور کریں گے۔ بدلی ہوئی دنیا اور نئے عرف میں وہ قرآن مجید کا مدعا متعین کرنے کی کوشش کریں گے۔ ان کو پچھلوں پر یہ برتری بہرحال حاصل ہے کہ ہر دور کا علم آج باآسانی ان کی دسترس میں ہے۔ متقدمین ہوں یا متاخرین، صحابہ ہوں یا تابعین سب کے اقوال لمحہ بھر میں انگلیوں کی نوک تلے اہل علم کے سامنے آجاتے ہیں۔

پھراس خطہ برصغیر میں علم کی وہ روایت پوری طرح زندہ ہوچکی ہے جوقرآن مجید کی عربی معلیٰ اوراس کے نظم کی روشنی میں نہ صرف کلام الٰہی کا مدعا واضح کرنے کی کوشش کرتی ہے بلکہ اس اصول کا پوری طرح اطلاق کرتی ہے کہ قرآن مجید جب کسی معاملے میں کوئی فیصلہ کن بات کہہ دے تو پھر کوئی دوسری بات قبول نہیں کی جاسکتی۔

عام لوگوں کو یہ بات سمجھنی چاہیے کہ پہلے والے بھی قرآن مجید کی برتری کے اسی اصول کو مان کر اپنے زمانے میں سوالات کے جواب دے رہے تھے اور آج کے محققین بھی اسی اصول کو مان کر موجودہ سوالوں کے جواب دے رہے ہیں۔ یہ بھی فہم ہے تو وہ بھی فہم تھا۔ یہ بھی تعبیر دین ہے تو وہ بھی تعبیر دین تھی۔ پیغمبر نہ پچھلے تھے کہ ان کا کہا مقدس ہو جائے نہ آج والے ہیں۔ دونوں میں اس پہلو سے کوئی فرق نہیں ہے۔ عام آدمی کا جس کی رائے پر اعتماد ہو اور جس کی دلیل پر اطمینان ہو اسے قبول کر لے۔

فیصلہ کن حیثیت پہلے بھی قرآن مجید کی تھی جو ہمارے پاس محفوظ شکل میں موجود ہے اور آج بھی اسی کو ہے۔ جن معاملات پر دنیا و آخرت کی فلاح موقوف ہے ان میں قرآن مجید میں اتنی زیادہ شرح و وضاحت خود کر دی گئی ہے کہ حق کے سچے طالب کو کوئی غلط فہمی نہیں ہوسکتی۔ باقی جہاں قرآن نے اجمال سے کام لیا ہے وہ چیزیں اپنی نوعیت کے لحاظ ہی سے دین کی اصل اور بنیادی تعلیم نہیں ہیں۔ لیکن بہرحال قرآن اس اجمال میں بھی اپنی بات کہنے میں بالکل واضح ہے۔ غلطی انسان کی طرف سے ہوتی ہے۔ اس لیے یہ دیکھا جائے گا کہ کس کی بات قرآن مجید سے قریب ہے۔ اس معاملے میں نہ چند صدی پہلے پیدا ہونا کسی کی بات میں کوئی قوت پیدا کرے گا نہ چند صدی بعد پیدا ہونا کسی کی بات کو کمزور کر دے گا۔ قانونی حوالوں سے قرآن کا فہم آثار قدیمہ نہیں جس کا قدیم ہونا قیمتی ہوتا ہے۔ بلکہ قرآن کے قانونی احکام کے فہم میں جدید ہونا اس پہلو سے زیادہ مفید ہے کہ آج کا عالم قرآن میں بیان کردہ عرف کا اطلاق زیادہ بہتر طریقے پر کرسکتا ہے۔

یہی وہ بنیادی اصول ہے جس کی روشنی میں ہم غلامی کے مسئلے میں پیدا ہونے والے تمام اہم اور بنیادی سوالات کا جواب اگلی اقساط میں دیں گے۔ [جاری ہے]

محمد ذکوان ندوی

وقت اور صحت

ہمارے درمیان علم واخلاق اور تعلیم وتربیت کا جو بحران پیدا ہوا ہے، اُس کا نتیجہ یہ ہے کہ وقت کی ناقدری اور غیر منصوبہ بند طرزِ حیات عرصے سے گویا اب ہمارا ایک قومی شعار بن چکا ہے۔ عام زندگی میں اِسی کا ایک ظاہرہ ہمارے اکثر لوگوں کا دیر سے سونا اور دیر سے اٹھنا ہے۔

ایک زندہ فرد اور قوم کی پہچان یہ ہے کہ وقت اُس کے نزدیک ''کاٹنے'' جیسی کوئی چیز نہیں ہوتا، بلکہ یہ 'زندگی' کا وہ قیمتی لمحہ ہوتا ہے جسے بھر پور طور پر وصول کرنا ضروری ہے۔ جو شخص وقت کو ''کاٹے''، وقت یقیناً اُسے کاٹ دے گا (الوقتُ سیفٌ، إن لَمْ تَقْطَعْهُ قَطَعَك)۔ وقت کا کم تر استعمال ہمیشہ اُس کے برتر استعمال کی قیمت پر ہوتا ہے، جو بے شعوری کا نتیجہ ہے، اور اِس کا انجام محرومی کے سوا اور کچھ نہیں۔ ایک مغربی مفکر نے وقت کی اِسی اہمیت کے متعلق بجا طور پر کہا تھا کہ ـــــــ فارغ اوقات کا بہتر استعمال تہذیب کی آخری بلندی کی علامت ہے، اور ابھی بہت کم لوگ تہذیب کی اِس بلندی تک پہنچ سکے ہیں!

وقت کے استعمال کا بہترین طریقہ اپنے نشانے اور اپنے طے شدہ پروگرام کے اعتبار سے، اپنی زندگی کی منصوبہ بندی ہے۔ اِس کے لیے ضروری ہے کہ آدمی اپنی ترجیحات متعین کر کے اپنے وقت اور اپنی توانائی کو اُسی محاذ پر صرف کرے۔

یہی صحت (health) کا معاملہ ہے۔ کسی آدمی کے پاس سب سے بڑی جو چیز ہوتی ہے، وہ وقت اور صحت ہے مگر آدمی کا حال یہ ہے کہ وہ اپنی بے شعوری کی بنا پر اِس معاملے میں سب سے زیادہ گھاٹے میں رہتا ہے۔ وہ وقت اور صحت دونوں کو برباد کر دیتا ہے۔

صحت کے لیے ضروری ہے کہ آدمی ہر اعتبار سے، سادگی اور اعتدال کو اختیار کرے۔ اِس

کا طریقہ یہ ہے کہ آدمی تعیش اور خواہش پرستی کے بجائے ضرورت پر قانع رہے؛ وہ اعلیٰ معیارِ

زندگی (high standadrd of living) اور نمائشی طرزِ حیات (ostentatious living) کے پرفریب 'نصب العین' سے اپنے آپ کو دور رکھے؛ وہ ورزش، چہل قدمی، کھیل کود اور پیدل چلنے کو اپنی زندگی کا مستقل معمول بنائے؛ وہ سادہ اور صحت بخش کھانے کو ترجیح دے اور شکم سیری کی مہلک عادت کے بجائے کم خوری کی صحت بخش عادت کا طریقہ اختیار کرے۔ کرونا کے یہ ایام ہمارے لیے بامقصد زندگی کی تربیت کا ایک بہترین موقع ہیں۔ یہ ہمارے لیے سادگی اور فطرت کی طرف واپسی کی ایک جبری درس گاہ بھی ہے اور اُس کے لیے اپنے آپ کو تیار کرنے کا

ایک نادر موقع بھی۔

"اے لوگو! جو ایمان لائے ہو، نہ مرد دوسرے مردوں کا مذاق اڑائیں، ہوسکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں، اور نہ عورتیں دوسری عورتوں کا مذاق اڑائیں، ہوسکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں۔ آپس میں ایک دوسرے پر طعن نہ کرو، اور نہ ایک دوسرے کو برے القاب سے یاد کرو۔ ایمان لانے کے بعد فسق میں نام پیدا کرنا بہت بری بات ہے۔ جو لوگ اس روش سے باز نہ آئیں وہ ظالم ہیں۔ اے لوگو! جو ایمان لائے ہو، بہت گمان کرنے سے پرہیز کرو کہ بعض گمان گناہ ہوتے ہیں۔ تجسس نہ کرو۔ اور تم میں سے کوئی کسی کی غیبت نہ کرے۔ کیا تمہارے اندر کوئی ایسا ہے جو اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھانا پسند کرے گا؟ دیکھو، تم خود اس سے گھن کھاتے ہو۔ اللہ سے ڈرو، بیشک اللہ بڑا توبہ قبول کرنے والا اور رحیم ہے۔"
(الحجرات 49:12-11)

شفقت علی

موت کا مسئلہ باقی ہے

کورونا وائرس جو پچھلے چھ ماہ سے پوری دنیا کے لیے وبالِ جان بنا ہوا تھا، اب کنٹرول ہوتا دکھائی دے رہا ہے۔ بہت سے مما لک میں کورونا متاثرین کا گراف نیچے آ رہا ہے اور مریض بڑی تیزی سے صحت یاب ہو رہے ہیں۔ کچھ ادویات اِس بیماری سے بچنے میں کارگر ثابت ہو رہی ہیں تو ویکسین بھی تقریباً دریافت ہو چکی ہے۔ امید کی جاسکتی ہے کہ کچھ عرصہ بعد پوری دنیا اِس وائرس سے محفوظ ہو جائے گی۔ (ان شاء اللہ)

پچھلے چھ ماہ میں ہم نے دیکھا کہ جب یہ وائرس چائنا سے باقی دنیا میں پھیلنا شروع ہوا تو لوگوں کی ایک اچھی خاصی تعداد اِس سے متاثر ہوئی۔ ایک کروڑ سے زائد لوگ اِس سے متاثر ہوئے تو لاکھوں لوگ لقمہ اجل بھی بنے۔ ایک وقت ایسا بھی آیا کہ موت کا سایہ ہر ایک کو اپنے سر پہ منڈلاتا دکھائی دیا۔ مگر اب یہ سایہ آہستہ آہستہ چھٹتا جا رہا ہے۔

لاک ڈاؤن آہستہ آہستہ کھولا جا رہا ہے اور زندگی کی سرگرمیاں رواں دواں ہونے کو پر تول رہی ہیں۔ مساجد اور مارکیٹس تو حفاظتی تدابیر کے ساتھ پہلے ہی کھول دی گئی تھیں۔ اب مزید دفاتر، تعلیمی ادارے اور دیگر شعبہ جات بھی بحال کرنے کی منصوبہ بندی شروع ہوگئی ہے۔ یوں نفسیاتی و معاشی مسائل سے پریشان حال چہرے خوشی سے کِھل اُٹھے ہیں۔

کورونا کا مسئلہ عنقریب ختم ہو جائے گا مگر موت کا مسئلہ پھر بھی باقی رہے گا۔ کورونا سے بچنے والوں کو معلوم ہونا چاہیے کہ وہ موت سے نہیں بچنے والے کیونکہ موت سے بچنے کی نہ دوا ہے نہ ویکسین۔ کورونا وائرس خدا کی طرف سے موت کی ایک یاد دہانی بن کر آیا ہے۔ خوش نصیب ہیں وہ جو اِس یاد دہانی کو اپنے لیے سُدھرنے کا ذریعہ بنالیں گے۔

ابوعبیدالرحمان

کورونا، ماسک اور ملکی مسائل

کرونا وائرس کی وبا پھیلی تو تمام نشریاتی ذرائع کی مدد سے حفاظتی تدبیر کے طور پر ماسک پہننا بھی لازم قرار دے دیا گیا۔ چنانچہ ہم نے دیکھا کہ عوام نے اِس بات کو بڑی سنجیدگی سے لیا اور بچے، بوڑھے، جوان، مرد و عورت سب ماسک کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے اور جیسے تیسے مہنگے داموں خرید کر بھی پہن لیا۔

اس سنجیدگی کا اصل محرک یہ ہے کہ کورونا نہایت خطرناک اور جان لیوا وائرس ہے۔ تاہم کچھ وائرسز ایسے بھی ہیں جو کرونا وائرس سے بھی زیادہ خطرناک ہیں یعنی دھوکا، ذخیرہ اندوزی، ملاوٹ اور مہنگائی کے وائرسز۔ یہ تمام وائرسز انسان کے روحانی وجود کو بیمار کر دیتے ہیں۔ یہی وہ وائرسز ہیں جن کی وجہ سے آج ہمارا معاشرہ طرح طرح کے مسائل کا شکار ہے۔

ہمارا کورونا وائرس سے بچاؤ کے لیے احتیاطی تدابیر اپنانے کا رویہ قابلِ ستائش ہے۔ تاہم ہمیں اخلاقی وائرسز سے بچاؤ کے لیے بھی احتیاطی تدابیر اپنانا ہوں گی۔ ہمیں چہرے کے ماسک کی طرح روح کا ماسک بھی پہننا ہوگا۔ روح کا ماسک ہے تقویٰ یعنی خدا کے حضور جوابدہی کا احساس۔ ہمارے ملکی مسائل کا حل فقط اسی احساس میں چھپا ہوا ہے۔

احتیاطی تدابیر اپناتے ہوئے ہمیں یہ بات بھی ذہن نشین کرنا ہوگی کہ کورونا وائرس سے متاثر ہوکر ہم جان سے ہاتھ دھو بیٹھیں گے مگر اخلاقی وائرسز سے متاثر ہوکر ہم جنت سے ہاتھ دھو بیٹھیں گے۔ اور کون ہے وہ تاجر جو مادی دنیا کے تھوڑے اور عارضی فائدے کے لیے آخرت کے اس بڑے اور دائمی فائدے سے ہاتھ دھو بیٹھے۔

شگفتہ شاہد

رب کی یاد دہانی

کرونا وبا کے پیش نظر ہونے والے لاک ڈاؤن سے ہر چیز الٹ پلٹ گئی۔

سوشل ڈسٹینسنگ کے لیے جہاں کام والی کو چھٹی دی، وہیں بچوں کو قرآن پڑھانے والی لڑکی کو بھی منع کر دیا۔ایسا کرنا خود بچوں کی صحت کے لیے ضروری تھا۔مہینے کے آخر میں اسے بلا کر اس کی فیس دے دی تا کہ اس کے گھر کا چولہا جلتا رہے۔

غریب گھر کی لڑکی تھی،قرآن کی حافظہ تھی، بچوں کو پیار محبت اور شفقت سے پڑھاتی تھی۔ دوسرے مہینے کے اگلے ہفتہ کے شروع سے ہی شوہر نے کہنا شروع کر دیا کہ قاریہ کو بلا کر فیس دے دو، نجانے کیسے گزارا کرتے ہوں گے۔

روزمرہ کے کاموں، پھر بچوں کی پڑھائی اور اِدھر اُدھر کے کاموں کی وجہ سے اسے میسج نہ کر سکی۔ ہر روز سوچتی کہ آج کرتی ہوں مگر بھول جاتی۔

آج تیسرا دن تھا، فجر کی نماز کے وقت آنکھ ہی نہ کھل پائی۔

پہلے دن کو خیال آیا کہ تھکاوٹ کی وجہ سے نماز کے وقت آنکھ نہ کھلی۔اگلے دن پھر یونہی ہوا، جونہی سورج نکلتا آنکھ کھل جاتی۔دل پہ بوجھ سا طاری رہتا سارا دن۔

جب تیسرے دن بھی یہی ہوا تو دل بے چین ہو گیا، آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔

یا اللہ...... ایسا کون سا گناہ ہو گیا کہ تو اپنے سامنے پیش ہونے کے بہترین وقت میں اپنے سامنے کھڑے ہونے کی توفیق ہی نہیں دے رہا۔وہ وقت جو دعاؤں کی قبولیت کا ہے۔رزق کی فروانی کا ہے۔

روح بہت بے چین تھی، کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا۔لگتا تھا کہ اللہ ناراض ہے۔

آج بھی اپنے شوہر سے ذکر کرتے ہوئے آنکھوں میں آنسو آ گئے کہ ہم نے کچھ ضرور ایسا کیا ہے جو یہ سب ہو رہا ہے۔

میرے شوہر نے فوراً پوچھا، کیا قاریہ کو پیسے دے دیے تھے؟ میں نے نفی میں سر ہلا دیا۔

انھوں نے ڈانٹنے کے انداز میں کہا کہ کتنے دن سے کہا ہے، رکاوٹ کیا ہے؟ کیوں نہیں دے رہی؟ وہ لوگ تنگ ہو رہے ہوں گے۔

فوراً فون لے کر میسج کرنے کے لیے اٹھایا تو قاریہ کا میسج نگاہوں کے سامنے تھا۔

باجی لاک ڈاؤن کی جہ سے کوئی کام نہیں کروا رہا۔ بہن کی نوکری بھی ختم ہے۔ آپ نے بھی آنے سے منع کر دیا۔ گھر کے حالات اچھے نہیں ہیں۔ آپ نے اگر کپڑے سلائی کروانے ہوں تو میری بہن کر دے گی۔

میسج پڑھتے ہی ساری گرہیں کھل گئیں۔ دل بند سا ہو گیا، آنکھوں سے آنسوؤں کی لڑیاں بندھ گئیں۔ ''اے میرے رب تو مجھ سے ناراض تھا کیونکہ میں نے تیرے بندوں کا خیال نہیں رکھا جس کا وسیلہ تو نے مجھے بنایا تھا، میں بھول گئی۔ تو نے مجھے اپنے بہترین وقت میں بھلا دیا۔''

دل تھا کہ پھٹا جا رہا تھا، قرار نہیں آ رہا تھا۔ رب سے معافی مانگی: ''اے میرے رب! مجھے معاف کر دے۔ میں غافل ہو گئی تھی، بھول گئی تھی۔ مری بھول معاف کر دے۔''

فوراً ہی اس کو میسج کیا کہ کل ہی آپ میرے پاس آ ؤ۔

ہماری زندگی کا ہر واقعہ ہمیں اپنے رب کے ہونے کا احساس دلاتا ہے۔ وہ یہ بھی احساس دلاتا ہے کہ میرے بندوں کے معاملات میں غافل نہ ہو۔

ابو یحییٰ

مضامین قرآن (72)

اخلاقی طور پر مطلوب و غیر مطلوب رویے: بہتان

قرآن مجید نے جھوٹ کی شناعت کو جس طرح واضح کیا ہے اس پر پیچھے گفتگو کی جا چکی ہے۔ جھوٹ اور کذب کی ایک انتہائی شکل وہ ہے جس میں لوگ کسی اور کی طرف جھوٹ منسوب کر کے اس پر الزام اور بہتان لگاتے ہیں۔ قرآن مجید جھوٹ اور کذب کے اس پہلو کو بھی بہت تفصیل کے ساتھ زیر بحث لایا ہے۔ اس بہتان کے دو نمایاں پہلو قرآن مجید میں بیان ہوئے ہیں۔ ایک وہ ہے جس کا تعلق انسانوں سے ہے اور اس میں انسانوں پر جھوٹا الزام اور بہتان لگا کر ان کی جان، مال اور آبرو کو نقصان پہنچایا جاتا ہے۔ دوسرا پہلو وہ ہے جس میں جھوٹ گھڑنے والے اللہ تعالیٰ کے اوپر جھوٹ گھڑتے ہیں۔ کذب و بہتان کی یہ شکل دین سازی، شریعت سازی اور حق سازی ہے۔ یعنی جو چیز دین، شریعت اور حق نہیں ہے اس کو اس حیثیت میں پیش کیا جائے۔ اس میں بغیر علم کے اللہ کی طرف کسی بات کو منسوب کرنا، اپنی خواہشات، تصورات، بدعات اور ظن و گمان کو دین کے نام پر پیش کرنا وغیرہ جیسی چیزیں شامل ہیں۔ اس دوسری چیز کی شناعت واضح کرنے کے لیے قرآن مجید میں اس پر بہت تفصیل سے گفتگو کی گئی ہے۔ ذیل میں ہم پہلے اس پر اور پھر انسانوں پر بہتان کے حوالے سے قرآنی تعلیمات پر گفتگو کریں گے۔

افتری علی اللہ یا اللہ تعالیٰ پر جھوٹ منسوب کرنا

انسانوں پر جھوٹ گھڑنے، ان پر الزام و بہتان لگانے کی برائی اخلاقی طور پر انسانوں پر واضح ہوتی ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ پر جھوٹ گھڑنا اور اس کے نام پر عقیدہ سازی اور شریعت سازی ایک ایسا عمل ہے جسے کبھی برا نہیں سمجھا گیا بلکہ مذہب کی تاریخ کا مطالعہ یہ بتاتا ہے کہ یہ ہمیشہ سے اہل مذہب کا

معمول رہا ہے۔قرآن مجید سے معلوم ہوتا ہے کہ شرک اور مذہبی بدعات کی ان تمام اقسام کے پیچھے شیطانی وسوسہ انگیزی ہے، (النساء4:121-117)۔ چنانچہ ہر دور میں اہل مذہب نے انبیا کی تعلیمات کو چھوڑ کر اس میں اپنی خواہشات سے اضافے کیے اور پھر ان عقائد اور اعمال کو اللہ کی طرف منسوب کر دیا۔کئی مقامات پر قرآن مجید نے یہ بات بیان کی ہے کہ اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جو اللہ پر جھوٹ گھڑ کر منسوب کرے اور اس کی آیات کو جھٹلائے۔ان تمام مقامات پر افتریٰ علی اللہ کذبا (اللہ پر جھوٹ منسوب کرنا) کو مقدم کیا گیا ہے اور اس کی آیات کے جھٹلانے کے عمل کو بعد میں بیان کیا گیا ہے۔جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ کفر سے زیادہ بڑا جرم ہے۔

بعض اوقات لوگ یہ عذر پیش کرتے ہیں کہ ہم کوئی بہتان اللہ کی طرف نہیں گھڑ رہے بلکہ نیک نیتی سے اچھے کاموں کی طرف لوگوں کو بلانا چاہتے ہیں، اس لیے اگر کسی اچھے عمل کو دین کہہ دیا جائے تو اس سے فائدہ یہ ہوتا ہے کہ لوگ اچھے کام کو شوق سے کرنے لگ جاتے ہیں۔قرآن مجید نے اس عذر کو بھی اٹھا کر پھینک دیا اور یہ صاف واضح کر دیا کہ اللہ تعالیٰ کی نسبت سے صرف وہی چیز کہی جا سکتی ہے جس کی کوئی سند موجود ہو اور بلا علم اللہ کی طرف منسوب کر کے کسی بات کو بیان کرنا بنیادی جرائم میں سے ایک جرم قرار دیا گیا ہے۔قرآن مجید نے سورہ اعراف آیت 33 میں جہاں تمام حرمتوں کی اساسات کو بیان کیا ہے، وہاں اس جرم کو اس طرح بیان کیا ہے کہ اللہ نے حرام کیا ہے اس بات کو کہ تم اللہ کی طرف منسوب کر کے وہ بیان کرو جو تم نہیں جانتے۔

اس باب میں سورہ انعام کا مطالعہ بہت اہم ہے جس کا ایک بنیادی موضوع ہی مشرکین کی خود ساختہ عقیدہ سازی اور شریعت سازی کے عمل کی تردید ہے۔اس سورت میں قرآن مجید نے خدا پر جھوٹ گھڑنے کے اس عمل کے لیے متعدد تعبیرات اختیار کی ہیں اور اس رویے کے سنگین نتائج سے متنبہ کیا ہے۔سورہ انعام آیت 93 میں یہ کہا گیا ہے کہ اس سے بڑھ کر ظالم اور کون ہوگا جو اللہ پر جھوٹ گھڑ کر منسوب کرے یا کہے کہ مجھ پر وحی آئی ہے جبکہ اس پر کوئی وحی نہ آئی ہو۔آیت 112 میں

اس طرح کی بدعات کو' زخرف القول' یعنی پرفریب باتیں اور کفار کی گھڑی ہوئی چیزیں کہا گیا ہے۔آیت 116 میں اسے ظن وگمان اور اٹکل و اندازوں کی وہ پیروی قرار دیا گیا ہے جو راہِ خدا سے بھٹکانے کا سبب بن جاتی ہے۔آیت 119 میں ان بدعتوں سے لوگوں کو گمراہ کرنے والوں کو اللہ نے حد سے بڑھنے والا قرار دیا ہے۔آیت 140 میں خدا پر افترا کرنے والوں کو گمراہ اور ہدایت سے دور قرار دیا گیا ہے۔آیت 144 میں بغیر علم کے خدا پر جھوٹ گھڑ کر منسوب کرنے والوں کو سب سے بڑا ظالم کہا گیا اور واضح کیا گیا کہ ایسے ظالموں کو اللہ ہدایت نہیں دیتا۔آیت 150 میں مسلمانوں کو تلقین کی گئی ہے کہ اگر ان مشرکین کو اپنے اس جھوٹ پر اتنا اعتماد ہو کہ یہ اس کی سچائی پر گواہی دینے پر بھی تیار ہو جائیں، تب بھی ان کی باتوں میں مت آنا۔

قرآن مجید میں دیگر مقامات پر بھی اللہ پر جھوٹ منسوب کرنے کے اس رویے کو بیان کیا گیا ہے۔مثلاً سورہ العنکبوت آیت 17 میں یہ بتایا گیا ہے کہ بتوں کی پرستش کی گمراہی کے پیچھے بھی حق کے نام پر جھوٹ گھڑنے کا یہی عمل ہے۔اسی طرح سورہ الصافات آیت 152 میں فرشتوں کو اللہ کی اولاد بنانے کے بہتان کے بارے میں بھی یہ کہا گیا کہ اس کی وجہ ان کا خدا کے بارے میں جھوٹ بولنا ہے۔

قرآن مجید کے یہ اور ان جیسے دیگر مقامات اس جرم کی سنگینی کو کھول کر بیان کرتے ہیں جس میں آج کے مسلمان بھی مبتلا ہیں۔یعنی اس چیز کو اللہ تعالیٰ کا دین بنا کر پیش کیا جائے جسے اللہ تعالیٰ نے دین و شریعت کے طور پر پیش نہیں کیا۔اس جرم کی سنگینی کی وجہ یہ ہے کہ مذہب کے نام پر کھڑے ہوئے لوگ اپنے ظن و اوہام، خواہش و بدعات اور شیطانی الہام کو جب دین کے نام پر بیان کرتے ہیں تو اس کے نتیجے میں شرک، بت پرستی، بدعات غرض ایمان اور عمل کی تمام گمراہیاں وجود میں آجاتی ہیں۔دین میں کیے گئے اضافے دراصل وہ بیڑیاں اور بوجھ بن جاتے ہیں، جن سے چھڑانے کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تھے۔

ان بیانات سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ دین میں کسی نئے عقیدے یا عمل کا اضافہ اپنی طرف سے کرنا اور اسے دین کے نام پر پیش کرنا کتنی بڑی گمراہی ہے اور اس کا وبال کتنا زیادہ ہے۔ اس سخت مذمت کی وجہ بھی بالکل واضح ہے کہ ایک دفعہ جب یہ خود ساختہ دین سازی کا کام شروع ہو جاتا ہے تو ایک متوازی دین وجود میں آ جاتا ہے اور پھر اصل دین اور اس کے مطالبات بے وقعت ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ اس جرم کو سنگین جرم سمجھ کر اس کے شائبے سے بھی ہمیشہ دور رہنا چاہیے۔

انسانوں پر بہتان

بہتان کا دوسرا پہلو وہ ہے جس میں انسانوں پر جھوٹا الزام لگایا جائے۔ اس کی ایک وجہ تو دوسروں کی جان، مال، آبرو کو نقصان پہنچانا ہوتا ہے اور دوسری وجہ کسی معاملے میں اپنی جان بچا کر الزام کسی اور پر لگانا ہوتا ہے۔ ہر دو پہلوؤں سے یہ ایک سنگین اخلاقی برائی ہے۔ قرآن مجید میں اس کا سب سے اہم پہلو معصوم اور پاک دامن عورتوں پر تہمت لگانے کے حوالے سے بیان ہوا ہے۔ چنانچہ اس جرم کی سزا اسی کوڑے مقرر کی گئی ہے اور ایسے لوگوں پر دنیا و آخرت میں لعنت اور عذاب عظیم کی وعید دی گئی ہے۔ یہ تلقین کی گئی ہے کہ لوگ جب ایسا کوئی بہتان بغیر ثبوت کے سنیں تو اس کے پھیلانے کے بجائے اس کی تردید کریں۔ اور جس طرح اپنے متعلق یہ چاہتے ہیں کہ ان سے حسن ظن رکھا جائے، اسی طرح دوسروں کے متعلق بھی حسن ظن رکھیں۔

یہ باتیں گرچہ خواتین کی عصمت پر بہتان کے حوالے سے کہی گئی ہیں، مگر پاک دامن مردوں کے حوالے سے بھی یہی رویہ اپنانا چاہیے۔ یہی نوعیت دیگر نوعیت کے بہتانوں کی ہے کیونکہ کسی بھی شخص کی عزت اور حیثیت عرفی پر حملہ کسی بھی پہلو سے کیا جائے، وہ ایک سنگین جرم ہے۔ سورہ نساء آیت 112 میں اس رویے کو سخت گناہ قرار دے کر اس کی مذمت کی گئی ہے۔ حضرت یوسف کے واقعے میں جب ان کے بھائی ان پر چوری کا جھوٹا الزام لگاتے ہیں، تو حضرت یوسف کا اس پر تبصرہ نقل کر کے اس رویے کی سنگینی کو واضح کیا گیا ہے۔ چنانچہ یہ بات واضح ہے کہ کسی انسان کی عزت اور

حیثیتِ عرفی کو جھوٹے الزامات سے آلودہ کرنا ایک انتہائی سنگین جرم ہے۔

قرآنی بیانات

''(اِن پر افسوس)، یہ اللہ کے سوا پکارتے بھی ہیں تو دیویوں کو پکارتے ہیں اور پکارتے بھی ہیں تو اُسی شیطان کو پکارتے ہیں جو سرکش ہو چکا ہے۔
جس پر خدا نے لعنت کی اور جس نے کہہ رکھا ہے کہ میں تیرے بندوں میں سے ایک مقرر حصہ لے کر رہوں گا۔
میں اُنھیں ضرور بہکاؤں گا، اُنھیں آرزوؤں میں الجھاؤں گا، اُنھیں سکھاؤں گا تو وہ چوپایوں کے کان پھاڑیں گے اور اُنھیں سکھاؤں گا تو وہ خدا کی بنائی ہوئی ساخت کو بگاڑیں گے۔
(اِنھیں بتاؤ کہ) اللہ کو چھوڑ کر جس نے شیطان کو اپنا سرپرست بنا لیا، اُس کے لیے کوئی سرپرستی نہیں ہے، سو وہ صریح نقصان میں پڑ گیا ہے۔
وہ اُن سے وعدے کرتا اور اُنھیں امیدیں دلاتا ہے، مگر اُن سے شیطان کے یہ وعدے سراسر فریب ہیں۔
لہٰذا یہی وہ لوگ ہیں جن کا ٹھکانا جہنم ہے اور اُس سے بھاگنے کے لیے یہ کوئی راہ نہ پائیں گے۔''، (النساء 4:121-117)

''کہہ دو، میرے پروردگار نے تو صرف فواحش کو حرام کیا ہے، خواہ وہ کھلے ہوں یا چھپے اور حق تلفی اور ناحق زیادتی کو حرام کیا ہے اور اِس کو کہ تم اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھیراؤ، جس کے لیے اُس نے کوئی سند نازل نہیں کی اور اِس کو کہ تم اللہ پر افترا کر کے کوئی ایسی بات کہو جسے تم نہیں جانتے۔''، (الاعراف 7 :33)

''سو اُن سے بڑھ کر ظالم کون ہو گا جو اللہ پر جھوٹ باندھیں یا اُس کی آیتوں کو جھٹلا دیں۔ اُن کے نوشتے میں جو حصہ اُن کے لیے (دنیا کی زندگی میں لکھ دیا گیا) ہے، وہ اُنھیں پہنچے گا۔ یہاں تک کہ جب ہمارے فرشتے اُن کی روحیں قبض کرنے کے لیے اُن کے پاس آئیں گے تو پوچھیں گے کہ اللہ کے سوا جن کو تم پکارتے تھے، وہ کہاں ہیں؟ وہ کہیں گے کہ وہ سب تو ہم سے کھوئے گئے اور اپنے خلاف خود گواہی دیں گے کہ وہ فی الواقع منکر تھے۔''،

(الاعراف 7:37)

''(اُن لوگوں کے حق میں) جو (آج) اِس نبی امی رسول کی پیروی کریں گے جس کا ذکر وہ اپنے ہاں تورات اور انجیل میں لکھا ہوا دیکھتے ہیں۔ وہ اُنھیں بھلائی کا حکم دیتا ہے، برائی سے روکتا ہے، اُن کے لیے پاک چیزیں حلال اور ناپاک چیزیں حرام ٹھیراتا ہے اور اُن کے اوپر سے اُن کے وہ بوجھ اتارتا اور بندشیں دور کرتا ہے جو اب تک اُن پر رہی ہیں۔ لہٰذا جو اُس پر ایمان لائے، جنھوں نے اُس کی عزت کی اور اُس کی نصرت کے لیے اُٹھ کھڑے ہوئے اور اُس روشنی کی پیروی اختیار کر لی جو اُس کے ساتھ اتاری گئی ہے، وہی فلاح پانے والے ہیں۔''، (الاعراف 7 :157)

''(اُس دن، جب لوگ جمع ہوئے تو) موسیٰ نے (مقابلے سے پہلے اُنھیں تنبیہ کی)، فرمایا: شامت کے مارو، (اللہ کے شریک ٹھیرا کر) تم اللہ پر جھوٹ نہ باندھو کہ کسی عذاب سے وہ تمھاری جڑ اکھاڑ دے۔ (یاد رکھو)، خدا پر جس نے بھی جھوٹ باندھا، وہ نامراد ہوا ہے۔''، (طٰہٰ 20:61)

''تم اپنی زبانوں کے گھڑے ہوئے جھوٹ کی بنا پر یہ نہ کہو کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے کہ اِس طرح اللہ پر جھوٹ باندھنے لگو۔ یاد رکھو، جو لوگ اللہ پر جھوٹ باندھیں گے، وہ ہرگز فلاح نہ پائیں گے۔''، (النحل 16:116)

''پھر اِس کے بعد بھی جو لوگ اللہ پر جھوٹ باندھیں، وہی ظالم ہیں۔''، (آل عمران 3:94)

''دراں حالیکہ اُس شخص سے بڑھ کر ظالم کون ہو گا جو اللہ پر جھوٹ باندھے یا اُس کی آیتوں کو جھٹلا دے؟ یقیناً ایسے ظالم کبھی فلاح نہیں پا سکتے۔''، (الانعام 6:21)

''سو اُس شخص سے بڑھ کر ظالم کون ہو گا جو اللہ پر جھوٹ بہتان باندھے یا اُس کی آیتوں کو جھٹلا دے؟ حقیقت یہ ہے کہ اِس طرح کے مجرم کبھی فلاح نہیں پائیں گے۔''، (یونس 10:17)

''اُس شخص سے بڑھ کر ظالم کون ہو سکتا ہے جو اللہ پر جھوٹی تہمت باندھے یا کہے کہ میری طرف وحی آئی ہے، دراں حالیکہ اُس کی طرف کوئی وحی نہ آئی ہو اور اُس سے بڑھ کر جو دعویٰ کرے کہ میں بھی اُس جیسا کلام نازل کیے دیتا ہوں، جیسا خدا نے نازل کیا ہے؟''، (الانعام 6:93)

''(یہ معاملہ صرف تمھارے ساتھ نہیں ہے)۔ ہم نے انسانوں اور جنوں کے اشرار کو اِسی طرح

ہر نبی کا دشمن بنایا۔ وہ دھوکا دینے کے لیے ایک دوسرے کو پرفریب باتیں القا کرتے رہتے ہیں۔ تیرا پروردگار چاہتا تو وہ کبھی ایسا نہ کر پاتے۔ سو اِنھیں اِن کی افترا پردازیوں میں پڑا رہنے دو۔''، (الانعام 112:6)

''زمین والوں میں زیادہ ایسے ہیں کہ اُن کی بات مانو گے تو تمھیں خدا کے راستے سے بھٹکا کر چھوڑیں گے۔ یہ محض گمان پر چلتے اور اٹکل دوڑاتے ہیں۔''، (الانعام 116:6)

''اور تم اُن چیزوں میں سے کیوں نہ کھاؤ جن پر اللہ کا نام لیا گیا ہو، دراں حالیکہ اُس نے جو کچھ تم پر حرام ٹھیرایا ہے، وہ (اپنی کتاب میں) تمھارے لیے تفصیل سے بیان کر دیا ہے، اِس استثنا کے ساتھ کہ تم کسی چیز (کو کھانے) کے لیے مجبور ہو جاو۔ حقیقت یہ ہے کہ زیادہ لوگ بغیر کسی علم کے اپنی بدعتوں کے ذریعے سے گم راہی پھیلاتے ہیں۔ اِن حد سے بڑھنے والوں کو تیرا پروردگار خوب جانتا ہے۔''، (الانعام 119:6)

''یقیناً نامراد ہوئے وہ لوگ جنھوں نے اپنی اولاد کو محض بے وقوفی سے، بغیر کسی علم کے قتل کیا اور اللہ نے جو رزق اُنھیں عطا فرمایا تھا، اُسے اللہ پر جھوٹ باندھ کر حرام ٹھیرایا ہے۔ وہ یقیناً بھٹک گئے ہیں اور ہرگز راہ راست پر نہیں رہے۔''، (الانعام 140:6)

''اِسی طرح دو اونٹ کی قسم سے اور دو گائے کی قسم سے، پھر پوچھو کہ اللہ نے اِن دونوں کے نر حرام کیے ہیں یا مادہ یا اُس بچے کو حرام ٹھیرایا ہے جو مادداؤں کے پیٹ میں ہے؟ کیا تم اُس وقت حاضر تھے، جب اللہ نے تمھیں اِس کی ہدایت فرمائی تھی؟ پھر اُس شخص سے بڑھ کر ظالم کون ہو گا جو اللہ پر جھوٹ باندھے، اِس لیے کہ بغیر کسی علم کے لوگوں کو گم راہ کرے؟ اللہ ایسے ظالم لوگوں کو کبھی راستہ نہیں دکھائے گا۔''، (الانعام 144:6)

''تم اللہ کو چھوڑ کر محض بتوں کو پوج رہے ہو اور اِس کے لیے جھوٹ گھڑتے ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ جنھیں تم خدا کو چھوڑ کر پوج رہے ہو، وہ تمھارے رزق پر کوئی اختیار نہیں رکھتے۔ سو اللہ ہی کے ہاں رزق تلاش کرو اور اُسی کی بندگی کرو اور اُسی کے شکر گزار رہو، تم اُسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔''، (العنکبوت 17:29)

سن لو، حقیقت یہ ہے کہ یہ محض اپنی من گھڑت سے کہہ رہے ہیں۔ کہ اللہ کے اولاد ہوئی ہے اور یہ بالکل جھوٹے ہیں۔''، (الصافات 151-152:37)

”اور جو لوگ پاک دامن عورتوں پر (زنا کی) تہمت لگائیں، پھر (اُس کے ثبوت میں) چار گواہ نہ لاسکیں، اُن کو اسی کوڑے مارو اور اُن کی گواہی پھر کبھی قبول نہ کرو، اور یہی لوگ فاسق ہیں۔“، (النور 4:24)

”جو لوگ پاک دامن، بھولی بھالی، مومن عورتوں پر تہمتیں لگاتے ہیں، اُن پر دنیا اور آخرت، دونوں میں لعنت کی گئی اور اُن کے لیے بڑا عذاب ہے۔“، (النور 23:24)

”تم لوگوں نے جب یہ بات سنی تو مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں نے اپنے لوگوں کے حق میں نیک گمان کیوں نہ کیا اور کیوں نہ کہہ دیا کہ یہ ایک کھلا ہوا بہتان ہے؟ یہ (الزام لگانے والے) اپنے الزام کے ثبوت میں چار گواہ کیوں نہ لائے؟ پھر جب گواہ نہیں لائے تو اللہ کے نزدیک یہی جھوٹے ہیں۔ تم (مسلمانوں) پر دنیا اور آخرت میں اللہ کا فضل اور اُس کی رحمت نہ ہوتی تو جس راستے پر تم چل نکلے تھے، اُس میں تم پر کوئی بڑا عذاب آ جاتا۔

ذرا خیال کرو، جب تم اِس کو اپنی زبانوں سے نقل در نقل کر رہے تھے اور اپنے مونھوں سے وہ بات کہہ رہے تھے جس کا تمھیں کوئی علم نہ تھا۔ تم اُس کو معمولی بات سمجھ رہے تھے، حالاں کہ اللہ کے نزدیک وہ بہت بڑی بات تھی۔

تم نے اُس کو سنتے ہی کیوں نہ کہہ دیا کہ ہم کو زیبا نہیں کہ ہم ایسی بات زبان پر لائیں؟ معاذ اللہ، یہ تو بہت بڑا بہتان ہے۔“، (النور 12-16:24)

”(اِنھیں بتاؤ کہ) جو کسی غلطی یا گناہ کا ارتکاب کرتا ہے، پھر اُس کی تہمت کسی بے گناہ پر لگا دیتا ہے، اُس نے تو ایک بڑے بہتان اور صریح گناہ کا بوجھ اپنے سر لے لیا ہے۔“، (النساء 112:4)

”بھائیوں نے (یہ دیکھا تو) کہا: اگر یہ چوری کرے تو کچھ تعجب کی بات نہیں ہے، اِس سے پہلے اِس کا ایک بھائی بھی چوری کر چکا ہے۔ (یہ سراسر تہمت تھی)، مگر یوسف نے اِس کو اپنے دل ہی میں رکھا، اُن پر اِسے ظاہر نہیں کیا، بس (اپنے جی میں) اتنی بات کہہ کر رہ گیا کہ تم لوگ بڑے ہی برے ہو اور جو کچھ تم بیان کر رہے ہو، اللہ اُس کو خوب جانتا ہے۔“، (یوسف 77:12)

ترکی کا سفرنامہ (74)

شاہی خاندانوں کے لئے مشکل یہ تھی کہ اگر وہ حرم کی حفاظت پر محافظ مقرر کرتے ہیں تو یہی محافظ ان کی جھوٹی عزت کے لٹیرے بن جائیں گے۔ خواتین کی فوجی تربیت اتنی عام نہ تھی کہ ان پر فوجی خواتین کو ہی محافظ بنا دیا جائے۔ مسلمان بادشاہوں کو یونانی معاشرے سے اس مسئلے کا حل مل گیا۔ وہ حل یہ تھا کہ مخنثوں پر مشتمل ایک پولیس تشکیل دی جائے اور حرم کی حفاظت کا کام اس پولیس کے سپرد کر دیا جائے۔

قدرتی طور پر مخنث اتنی بڑی تعداد میں پیدا نہیں ہوتے کہ ان کی ایک باقاعدہ پولیس فورس تشکیل دی جا سکے۔ اب ایک ہی صورت باقی رہ جاتی تھی اور وہ یہ کہ مردوں کو خصی کر کے مخنث بنایا جائے۔ لیکن مسئلہ یہ پیدا ہو گیا کہ اسلام میں کسی مرد یا خاتون کو مخنث بنانا قطعی حرام ہے۔ بعض راہبانہ مزاج رکھنے والے صحابہ نے ایسا کرنے کی خواہش کا اظہار کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم نے ایسا کرنے سے سختی سے منع فرمایا۔

ضرورت ایجاد کی ماں ہے۔ اس مسئلے کا حل یہ نکالا گیا کہ یہ کام مسلم سلطنتوں کی حدود سے باہر انجام دیا جانے لگا۔ بردہ فروشوں نے افریقہ، وسط ایشیا اور یورپ کے غیر مسلم ممالک کے بردہ فروشوں سے تعلقات قائم کر لئے۔ یہ لوگ اپنے ہاں کے غلاموں اور جنگی قیدیوں کو مخنث بنا کر انہیں مسلم ممالک کی طرف اسمگل کر دیتے۔ چونکہ یہ سارا کاروبار بادشاہوں کی خواہش سے ہوا کرتا تھا اس وجہ سے اس پر حکومت کی جانب سے کوئی پابندی عائد نہ تھی۔ خواجہ سراؤں کو محلات میں ایسا آزادانہ مقام حاصل ہونے لگا کہ حرم کی بیگمات اور لونڈیاں بھی بسا اوقات اپنی ناآسودہ خواہشات سے مجبور ہو کر انہی پر اکتفا کرنے پر مجبور ہو جایا کرتی تھیں۔ مسلم سلاطین اور امراء کی اس شہوت پرستی کا نتیجہ یہ نکلا کہ ان کی حکومتیں زوال کا شکار ہونے لگیں۔

پل غلطہ

توپ کاپی محل سے نکل کر ہم پارکنگ کی طرف بڑھے۔ پارکنگ بوائے نے بارہ لیرا بطور فیس وصول کر کے ہمیں گاڑی لے جانے کی اجازت دے دی۔گلیوں سے نکل کر اب ہم مین روڈ پر آ گئے۔ یہ استنبول کی ساحل یولو تھی جو کہ ساحل کے عین کنارے پر بنی ہوئی تھی۔ ہمارے ساتھ ساتھ پرانے شہر کی فصیل چل رہی تھی۔اس وقت ہم ''گولڈن ہارن'' کے علاقے سے گزر رہے تھے۔ نیلا سمندر ایک جھیل نما دریا کی صورت میں ہمارے دائیں جانب پھیلا ہوا تھا۔ کچھ ہی دیر میں ہم اس تاریخی پل پر پہنچ گئے جو ''پل غلطہ'' کہلاتا ہے۔ یہ پل گولڈن ہارن کے عین دھانے پر بنا ہوا ہے۔

اس مقام پر تاریخ میں متعدد پل موجود رہے ہیں۔ 1502ء میں یہاں سلطان بایزید دوم نے پل تعمیر کرنے کا منصوبہ تیار کیا جو کہ ناکام رہا۔ 1845ء میں یہاں پہلا پل تیار ہوا جو کہ ''جسر جدید'' کہلاتا تھا۔اس زمانے میں گولڈن ہارن پر آگے کی جانب ایک قدیم پل موجود رہا ہے جو کہ ''جسر قدیم'' کہلایا کرتا تھا۔اس کے بعد اس پل کی چار مرتبہ تعمیر نو ہوئی۔موجودہ پل 1994ء میں تعمیر ہوا ہے کیونکہ اس سے پہلے والے پل کو 1992ء میں آگ لگ گئی تھی۔

پل پار کر کے تھوڑی دیر میں ہم ''غلطہ ٹاور'' جا پہنچے۔ یہ ایک پرانا مینار ہے جو 1348ء میں رومیوں نے تعمیر کیا تھا۔ جس زمانے میں تارڑ صاحب نے یہاں کا سفر کیا تھا،اس وقت غلطہ ٹاور کے اوپر فائر بریگیڈ کا دفتر تھا۔آج کل اسے ایک تاریخی ورثہ قرار دے کر محفوظ کر دیا گیا ہے۔

یہاں سے یوٹرن لے کر ہم واپس مڑے اور پل غلطہ دوبارہ پار کر کے گولڈن ہارن کے یورپی کنارے پر واپس آ گئے۔ کچھ دور چلنے کے بعد ایک جگہ سمندر کنارے ایک پارک نظر آیا۔ یہاں کچھ دیر گاڑی روک کر ہم بیٹھے۔ میں نے قریبی دکان سے اپنے لئے بطور لنچ پھل خریدے۔ ماریہ کو یہاں کے جھولے بہت پسند آئے۔سمندر میں چھوٹے بڑے بحری جہاز گزر رہے تھے۔ساحل سے تازہ تازہ ہوا مشام جاں کو معطر کر رہی تھی۔عین ساحل پر ایک سڑک بنی ہوئی تھی۔ یہاں کنارے پر بھی پانی کافی گہرا تھا۔عجیب بات یہ تھی کہ یہاں کوئی جنگلا وغیرہ نہیں

لگا ہوا تھا اور بچے کھیل رہے تھے۔

پارک میں کچھ دیر گزار کر ہم دوبارہ سڑک پر آ گئے اور گولڈن ہارن کے اوپر کی جانب بڑھنے لگے۔ تھوڑی دیر میں ہم استنبول کے ''ایوب ڈسٹرکٹ'' میں داخل ہو گئے۔ یہ وہ علاقہ ہے جہاں میزبان رسول سیدنا ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی قبر موجود ہے۔ اب یہ ایک گنجان آباد محلّہ ہے۔

سیدنا ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ

سیدنا ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا اصل نام خالد بن زید تھا۔ آپ مدینہ کے قبیلہ بنوخزرج سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہجرت سے پہلے ہی اسلام قبول کر لیا تھا۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے تو ہر شخص کی یہ خواہش تھی کہ آپ اسے شرف میزبانی بخشیں۔ آپ نے فرمایا کہ جہاں میری اونٹنی رکے گی، وہیں میرا قیام ہو گا۔ یہ اونٹنی خود بخود سیدنا ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے گھر کے سامنے جا رکی۔ یہ وہی مقام ہے جہاں آج مسجد نبوی واقع ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہاں اس وقت تک قیام فرمایا جب تک کہ مسجد نبوی اور آپ کی رہائش کے لئے چند کچی اینٹوں کے کمرے تیار نہ ہو گئے۔

جنگ بدر، احد اور خندق میں ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ رہے۔ دور خلافت میں بھی آپ جذبہ جہاد سے سرشار تھے۔ طبقات ابن سعد میں آپ کے حالات زندگی کے تحت بیان کیا گیا ہے کہ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے دور میں 53 ہجری یا 674ء میں ایک مہم قسطنطنیہ کی طرف اپنے بیٹے یزید کی سرکردگی میں بھیجی۔ اس مہم میں سیدنا حسن و حسین اور سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم جیسے اکابرین شامل تھے۔ اس زمانے میں حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ بہت بوڑھے ہو چکے تھے لیکن آپ بھی اس لشکر میں شامل ہو گئے۔

[جاری ہے]

پروین سلطانہ حنا

غزل

نفرتوں کے اسیر ہوتے ہیں
جن کے ہاتھوں میں تیر ہوتے ہیں
ان کا شیوہ ہی دل ستانی ہے
لوگ جو بے ضمیر ہوتے ہیں
جن کی فطرت میں ہو غنا شامل
قلّتوں میں کثیر ہوتے ہیں
اور جو کردار میں ہوں پاکیزہ
روشنی کے سفیر ہوتے ہیں
اس کے بندوں کی فکر کرتے ہیں
دور رہ کر خبیر ہوتے ہیں
محرمِ راز ہیں غریبوں کے
اور پھر دست گیر ہوتے ہیں
جس تجارت میں کوئی گھاٹا نہیں
بس اسی کے اسیر ہوتے ہیں
معتبر ہیں جو رب کی نظروں میں
نامور اور کبیر ہوتے ہیں
درد مندی سے شاعری جو کریں
دورِ حاضر کے میر ہوتے ہیں
خونِ دل سے حناؔ جو لکھتی ہو
لفظ وہ دِل پذیر ہوتے ہیں

Please visit this link to read the articles and books of Abu Yahya online for free.

www.inzaar.org

To get Abu Yahya Quotes Join us on twitter:

Twitter ID: @AbuYahya_inzaar

To read Abu Yahya articles regularly Join us on Facebook

Abu Yahya Page: www.facebook.com/abuyahya.inzaar

Abu Yahya Account: www.facebook.com/abuyahya.jzsh

Join us on Youtube

Search inzaar on YouTube to see our audios and lectures

To get monthly books, CDs/USB and Inzaar's monthly magazines at home anywhere in Paksitan, contact # 0332-3051201 or 0345-8206011

To participate in online courses, visit www.inzaar.org/online-courses/

To get any other information, email to globalinzaar1@gmail.com

Following material in audio form is available on USB/CD:

Quran Course by Abu Yahya

Quran Translation and Summary by Abu Yahya

Islahi Articles

Jab Zindagi Shuru Hogi (book)

Qasam Us Waqt Ki (book)

Aakhri Jang (book)

ماہنامہ
اِنذار

فون: 0332-3051201 , 0312-2099389
ای میل: globalinzaar@gmail.com
web: www.inzaar.org

ایک دعوتی واصلاحی رسالہ ہے۔ اس کا مقصد لوگوں میں ایمان واخلاق کی دعوت کو عام کرنا ہے۔ اس دعوت کو دوسروں تک پھیلانے میں ہمارا ساتھ دیجیے۔ یہ رسالہ خود بھی پڑھیے اور دوسروں کو بھی پڑھوائیے۔ اپنے کسی عزیز، دوست، ساتھی یا رشتہ دار کے نام سال بھر رسالہ جاری کروانے کیلئے:

فی کاپی سالانہ سبسکرپشن چارجز: 900 روپے (کراچی رجسٹرڈ پوسٹ)، 600 روپے (بیرون کراچی نارمل پوسٹ) اور VP کی صورت میں ڈاک خرچ 150 روپے سالانہ۔ ایجنسی ڈسکاؤنٹ 20 فیصد ہے۔ ایجنسی ڈسکاؤنٹ کے لیے کم از کم ہر ماہ پانچ رسالے لینا ضروری ہے۔

سبسکرپشن چارجز مندرجہ ذیل پر ارسال کریں	
Easy Paisa	Muhammad Shafiq 0334-3799503 CNIC # 42201-8355292-9
Money Order	Monthly Inzaar 4th Floor Snowhite Centre Abdullah Haroon Road Opp. Hotel Jabees Saddar Karachi
Account	Title of Account: Monthly Inzaar A/C # 0171-1003-729378 Bank Al Falah Saddar Branch Karachi.

آپ سے درخواست ہے کہ سبسکرپشن چارجز بھیجنے کے بعد اپنے نام اور موبائل نمبر کے ساتھ نیچے دیے ہوئے نمبر پر کال یا SMS ضرور کریں تاکہ آپ کے رسالے کی سبسکرپشن کی جاسکے۔ مزید معلومات کے لیے ان نمبرز پر رابطہ کریں۔ شکریہ

0332-3051201 , 0312-2099389

اگر آپ ہماری دعوت سے متفق ہیں تو ہمارے ساتھ تعاون کر سکتے ہیں، اس طرح کہ آپ:

1) ہمارے لیے دعا کیجیے کہ اللہ تعالیٰ ہماری رہنمائی فرمائے

2) 'ماہنامہ انذار' کو پڑھیے اور دوسروں کو پڑھوائیے

3) تعمیرِ ملت کے اس کام کو دوسروں تک پہنچانے کے لیے رسالے کی ایجنسی لیجیے

Monthly
INZAAR

AUG 2020
Vol. 08, No. 08
Regd. No. MC-1380

Publisher: Rehan Ahmed Printers: The Sami Sons Printers,

25-Ibrahim Mansion, Mill Street, Pakistan Chowk, Karachi

ابو یحییٰ کی دیگر کتابیں

"ملاقات"

اہم علمی، اصلاحی اجتماعی معاملات پر ابو یحییٰ کی ایک نئی فکر انگیز کتاب

"کھول آنکھ زمیں دیکھ"

مغرب اور مشرق کے سات اہم ممالک کا سفرنامہ

"جب زندگی شروع ہوگی"

ایک تحریر جو ہدایت کی عالمی تحریک بن چکی ہے

"بس یہی دل"

دل کو چھو لینے والے مضامین ذہن کو روشن کر دینے والی تحریریں

"قسم اُس وقت کی"

ابو یحییٰ کی شہرہ آفاق کتاب "جب زندگی شروع ہوگی" کا دوسرا حصہ

"تیسری روشنی"

نفرت اور تعصب کے اندھیروں کے خلاف روشنی کا جہاد

"When Life Begins"

English Translation of Abu Yahya Famous book

Jab ZindagiShuruHo Gee

"حدیث دل"

موثر انداز میں لکھے گئے علمی، فکری اور تذکیری مضامین کا مجموعہ

"قرآن کا مطلوب انسان"

قرآن کے الفاظ اور احادیث کی روشنی میں جانیے اللہ ہم سے کیا چاہتے ہیں